

المکتوب نصف الملاقات

بوستان قلم

یعنی

علمی ادبی سوانحاتی اور دیگر متفرق خطوط کا مجموعہ

مرتبہ

محمد عبدالرشید خاں نوشکی

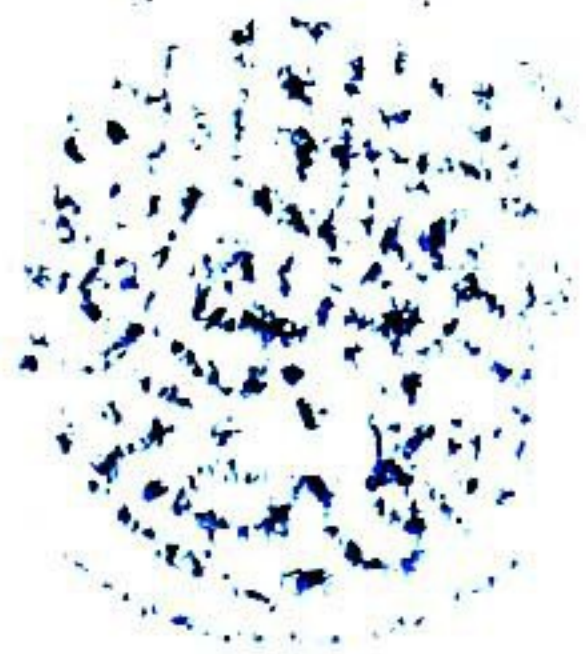
**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ



مرتب کی دیگر کتابیں:

- فرنگِ عامرہ : اردو زبان میں مستعمل عربی، فارسی، ترکی الفاظ کی باملفظ لغت۔
مقالاتِ سرسید : علمی، ادبی، اخلاقی، اصلاحی اور تعمیری چالیس مضامین مع وقائع
علمی زندگی سرسید احمد خاں۔
مرقع رباعیات : چالیس متقدمین و متوسطین اساتذہ اردو کی رباعیوں کا
انتخاب۔



بوستانِ قلم

یعنی

علمی، ادبی، سوانحاتی اور دیگر متفرق



خطوط کا مجموعہ

حصہ اول

محمد عبداللہ خاں خوشیگی

قیمت ایک روپیہ

بوستان قلم

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ

جولائی ۱۹۶۲ء

بار اول

136944

ناشر: محمد عبدالرشید شاہ
سی۔ ۱۵/۳۔ لیاقت آباد۔ کراچی

(طابع: عباسی لیتھو آٹ پریس فریر روڈ کراچی)

4

عرض حال

یہ چھوٹی سی کتاب کئی طرح کے یادگار مضمونوں کے خطوط کا مجموعہ ہے جو کہ شاعروں، ادیبوں، مصنفوں، دیگر اہل قلم اور مشاہیر نے مختلف مواقع پر میرے والد مرحوم کو یا مجھ کو بھی لکھے تھے۔ ان میں سے وہ جملے حذف کر دئے گئے ہیں جن کا نقل کیا جانا کسی وجہ سے مناسب نہ تھا۔ اکثر خطوط کی شانِ نزول یہ ہے کہ بیس پچیس برس گذرے میں نے اردو زبان کے ارباب قلم کی ایسی سی تاریخ مرتب کرنے کا قصد کیا تھا جس میں سوانح اور وقائع کے ساتھ ان کے اوقات و سنین بھی درج ہوں جس کا رواج یوں تو ہمارے سب ہی لٹریچر میں علی العموم گری شاعروں کے تذکروں میں بالخصوص بہت کم ہے اور اس لئے یہ اندیشہ بجا طور پر کیا جاسکتا ہے کہ مستقبل بعید میں ہماری زبان کے بعض حقیقی تاریخی سرمائے کہیں شاہنامہ فردوسی یا الف لیلہ کی سی داستانیں نہ بنجائیں۔

چنانچہ میں نے اپنی اس آئندہ کتاب کی تدوین و تالیف کے لئے ۱۹۴۲ء میں مواد فراہم کرنا شروع کر دیا تھا اور اس بارے میں بہت سے ارباب قلم اور شائقین علم ادب سے خط و کتابت کی تھی۔ مگر ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ والد مرحوم بیماری کے ایک اچانک شدید حملے سے صاحب فرانش ہو گئے اور ان کی تیمارداری کے دوران مجھ کو ان علمی و ادبی مشغلوں کے لئے کافی وقت نصیب نہ ہو سکا اور بالآخر ان کو خیر باد کہنا پڑا۔ علالت کا سلسلہ روز بروز بڑھتا اور شدت اختیار کرتا گیا جو چار سال کے بعد مرض الموت کی صورت میں منتج ہوا۔ اس صدمہ سے ابھی میں پوری طرح سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ برصغیر میں انقلابی طوفان اٹھ آیا جس کے تلاطم نے زندگی کے

دوستان قلم

سارے نظام کو تلیٹ کر دیا چند سال تک اس کے بھی تھپیرے کھلنے کے بعد میں مع اہل
وعیال پاکستان چلا آیا جہاں زندگی کے نئے نئے مسائل سے دوچار ہونا پڑا اور فرصت
کے وہ رات دن خواب و خیال ہو گئے۔ چونکہ اس قسم کے تحقیقی علمی مسائل حل کر نیے درکار ہیں
زمانہ کے الٹ پھیر میں وہ مواد بھی غارت ہو گیا جو میں نے اس زیر تالیف کتاب کے لئے
فراہم کیا تھا اور جس کی اب آئندہ مجھ کو کوئی توقع نہیں کہ پھر اکٹھا کر سکوں گا۔ بلکہ اندیشہ تو یہ
ہے کہ تھوڑے سے خطوط جو اوراق پریشاں کی صورت میں بچے بچے رہ گئے ہیں وہ بھی تلف نہ
ہو جائیں۔ پس اس باقیات الصالحات سے دوستان قلم کا یہ حصہ اول تاریخ وار مرتب
کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں جس کے بیشتر خطوط اور باب قلم کے خود نوشت حالات
پر مشتمل ہیں۔

اہل ذوق کی ضیافت طبع کے لئے میں نے یہ ایک ادبی خوان بچھایا ہے اور اس پر ہر
طرح کی چیزیں اپنی جگہ قرینہ چینی ہیں۔ مگر بسا اوقات یہ دیکھا جاتا ہے کہ جو چیز ایک
کو اچھی لگتی ہے وہی دوسرے کو خوش نہیں آتی اور انسانی فطرت کی یہ رنگارنگی ہمارے
عالم زندگانی کے چپے چپے پر چھائی ہوئی ہے۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ ان میں سے جن خطوط
کو آپ غیر ضروری محسوس کریں وہ کسی دوسرے کی دلچسپی کا سامان ہوں۔
اس حصہ اول نے اگر شرف قبولیت پایا تو حصہ دوم بھی جو کہ بیشتر ایسے خطوط کا
حامل ہو گا جن کے اندر علم دوست اصحاب نے اہل قلم حضرات کے حالات تحقیق کر کے
روانہ کئے تھے شائع کرنے کی کوشش کروں گا۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ

محمد عبداللہ خاں خوشگی
یکم جولائی ۱۹۶۲ء

۱۰۳-ایچ-بلاک ۲-پی ۱۰۱ سی-ایچ-ایس
کراچی

فہرست اصحابِ مکاتیب

۲۷	نواب محمد اسماعیل خاں	۱۱	۱۳	بنام والد مرحوم	
۲۸	امتیاز علی خان عرشی	۱۲	۱۴	میرزا داغ دہلوی کے ایک خط	
۲۹	حفیظ جانندھری	۱۳		کا عکس	
۳۱	غلام رسول مہر	۱۴	۱۵	مقابل عکسی خط کا مضمون	
۳۲	آراشگر ناشاد	۱۵			
۳۳	فراق گوکھپوری	۱۶	۱۶	نواب میرزا خاں داغ دہلوی	۱
۳۴	مولانا ابوالاعلیٰ مودودی	۱۷	۱۷	سید نظیر الحسن فوق	۲
۳۴	مولانا عبدالرزاق طبع آبادی	۱۸	۱۹	میر قطب الدین اشک	۳
۳۵	سید ہاشمی فرید آبادی	۱۹		ڈاکٹر مختار احمد انصاری	۴
۳۵	سدرشن	۲۰	۱۹	ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری	۵
۳۶	سعید احمد مارہروی	۲۱			
۳۷	نوح ناروی	۲۲	۲۱	میر کے نام	
۳۷	اختر شیرانی	۲۳	۲۳	خواجہ حسن نظامی کا خط مع سرنامہ	۶
۳۸	احسان دانش	۲۳	۲۳	احسن مارہروی	۷
۳۸	احمد ندیم قاسمی	۲۵	۲۵	عابد اللہ انسر میرٹھی	۸
۳۹	میاں بشیر احمد	۲۶	۲۶	مولانا حسین احمد مدنی	۹
۴۰	امین حزیں	۲۷	۲۷	سریج بہادر سپرد	۱۰

بوستان قلم

۶۰	امیر احمد علوی	۵۱	۴۱	محمور اکبر آبادی	۲۸
۶۱	غلام عباس	۵۲	۴۱	قاضی احمد میاں اختر	۲۹
۶۲	مرزا محمد عسکری	۵۳	۴۲	علامہ تاجور نجیب آبادی	۳۰
۶۲	ل. احمد اکبر آبادی	۵۴	۴۳	مولوی طفیل احمد	۳۱
۶۳	سید غلام بھیک نیرنگ	۵۵	۴۲	راجندر سنگھ بیدی	۳۲
۶۴	سید محمد شاہ بخاری (پطرس)	۵۶	۴۳	اقبال احمد خاں ہیل	۳۳
۶۴	گشن پرشار کول	۵۷	۴۴	سید الطاف علی بریلوی	۳۴
۶۵	سید بادشاہ حسین	۵۸	۴۷	ابوالعدا ناطق لکھنوی	۳۵
۶۶	سعادت حسن منٹو	۵۹	۴۷	مہیش پرشار	۳۶
۶۷	سید وقار عظیم	۶۰	۴۹	آل احمد سرور	۳۷
۶۷	محمود خاں محمود	۶۱	۵۰	ڈاکٹر اشیاق حسین قریشی	۳۸
۶۸	سید محی الدین قادری زور	۶۲	۵۱	محبوبی تنہا	۳۹
۶۹	نصرت شاہ خاں عزیز	۶۳	۵۱	مفتی کفایت اللہ	۴۰
۶۹	سید سعور حسن رضوی ادیب	۶۴	۵۲	حبیب اشعر	۴۱
۷۱	سید حسن برنی	۶۵	۵۳	ادیندر ناتھ اشک	۴۲
۷۱	رضا علی وحشت کلکتوی	۶۶	۵۵	اعجاز احمد اعجاز	۴۳
۷۲	خوشی محمد ناظر	۶۷	۵۵	آغا حیدر حسن	۴۴
۷۳	سید بشیر حسین زیدی	۶۸	۵۶	خواجہ غلام السیدین	۴۵
۷۴	سید احتشام حسین	۷۹	۵۷	شوکت سھانوی	۴۶
۷۵	مولانا قاری طیب قاسمی	۷۰	۵۸	کلیم الدین احمد	۴۷
۷۷	دل شاہ جہاں پوری	۷۱	۵۹	مانی جانی	۴۸
۷۷	مرزا ادیب	۷۲	۵۹	محمد دین نوق	۴۹
۷۸	ظفر الملک	۷۳	۶۰	گشن چندر	۵۰

بوستان قلم

۹۶	یوسف ظفر	۸۶	۷۹	الیاس برنی	۷۴
۹۷	اختر انصاری	۸۷	۷۹	فیاض علی	۷۵
۹۸	مولانا شبیر احمد عثمانی	۸۸	۸۳	قاضی سید محمد احمد کاظمی	۷۶
۹۹	عندلیب شادانی	۸۹	۸۴	ن.م. راشد	۷۷
۹۹	محمد اجمل خاں	۹۰	۸۴	عبدالرحمن چغتائی	۷۸
۱۰۰	سید اختر اور نیوی	۹۱	۸۸	محمد دین تاثیر	۷۹
۱۰۱	مولوی محمد حسین کیفی چڑیا کوٹی	۹۲	۸۹	جوش مسیانی	۸۰
۱۰۳	نامہ دار المصنفین عظیم گڑھ		۹۰	سید عابد علی عابد	۸۱
۱۰۴	مولانا عبد السلام ندوی	۹۳	۹۱	چراغ حسن حسرت	۸۲
۱۰۴	مولانا شاہ معین الدین احمد فاروقی ندوی	۹۴	۹۳	شیر محمد اختر	۸۳
۱۰۵	مولانا سید ریاست علی ندوی	۹۵	۹۵	کامریڈ باری	۸۴
				سید شفیع الدین ناکارہ	۸۵

۱۲

بناہ

والدمرہوم

(مولانا مفتی حکیم محمد عبد الرحمن خاں فیروز)

میرزا داغ دہلوی کے ایک قلمی خط کا عکس

یاد فرما کر سید اللہ علی

میں ایک نیک اور نیا دنیا دار اور بے شک مجھ کو مستحق سمجھو
 صاحب سبھی رہا ہو ابو لازم علی گڑھی شہار ملقونہ
 ہر اضرار میں بطور خود اپنی نام سے تمہارا دیکھنا اور کئے نام سے
 اور سگو اپنی طور پر اور عبارت لکھ دینا اور پلا کلام سے
 دائرہ رکھنا ہے کہ سیکو فریڈر ڈیوئی خود اسٹاپ لکھ دینا

از راجپور ۱۲۸ ۱۸۸۵

اسی عازان کا اپنی علامت کا ہم بھی آمین کا کار معمل لکھو
 (نقش تحریر بندریو بلاک)

مقابل عکسی خط کا متن

یاد فرماتے بندہ سلمہ اللہ تعالیٰ

میں آجکل بہت پریشان اور نہایت نادار ہوں بلکہ
مجھ کو مستغنی سمجھو۔ حساب کتاب سمجھا رہا ہوں۔ آپ کو لازم ہے کہ
یہ اشتہار ملفوفہ ہر اخبار میں بطور خود اپنے نام سے چھپوا دیجئے
یا اور کسی کے نام سے اور اس کو اپنے طور پر اور عبارت (میں)
لکھ دینا اور پہلا کلام سب روانہ کر چکا ہوں۔ یہ کسی کو خبر نہ ہو کہ
اوپر ہوں نے خود اشتہار لکھ کر بھیجا ہے۔

۲۸ اپریل ۱۸۸۶ء

از رامپور

اپنے خاندان کا اپنے علاقہ کا حال اپنی آمدنی کا حال مفصل لکھو۔

بوستان قلم

نواب میرزا خاں داغ دہوی

راپور
۱۴ جولائی ۱۸۸۷ء

بندہ نواز۔ یہ غزلیں مع جواب تحریر تھینا آٹھ روز کے روانہ کر چکا ہوں۔ نہ پہنچیں۔ یہ آپ کی قسمت۔ تلاش کیجئے۔ اور جو کچھ روپیہ میرے پاس آئے ہیں اون کی مٹھائی ضرور تقسیم ہوگی۔ بھگو خلیجان ہوا کہ خط کیوں نہیں پہنچا۔ جلد رسید اس کی لکھیں۔ میں ابھی راپور میں ہوں۔ میرا استعفا قبول نہیں ہوتا مگر میں بدل چھوڑ چکا ہوں۔

میں نے یہ غزلیں توجہ تمام بنائی تھیں۔ اب مجھ سے وہ فکر نہ ہو سکے گی

(۲)

دلی

۲۷ نومبر ۱۸۸۷ء وقت شب

خان صاحب اقبال نشان ابھت اقران سلمہ اللہ تعالیٰ۔
آج تمہارا خط آیا۔ عدم شرکت کی شکایت رہے گی۔ تم وقت پر چلے گئے۔ پانچ ہزار آدمی کا
کھانا معقول اور تین دن محفل رقص و سرود رہی۔ خدانے آبرورکھ لی۔ اگرچہ ایسی بیکاری
میں ایسا صرف کثیر بے جا تھا مگر مجھواری۔ عند الملاقات میرا سلام کہنا۔ جو اوصاف اول
کے میں نے تم سے بیان کی ہیں زیادہ پاؤ گے۔ یہ خط اذکود کھا دینا کہ میں نے شادی کے
بعد خط نہیں لکھا نہ وہاں سے پہلا جواب آیا۔

۱۶

الحمد للہ کہ میں نے مسہلوں سے فراغ پایا۔ اب اچھا ہوں۔ تحریرات نواب
حیدر علی خاں بہادر کی بجگو سفر دور دراز سے روک رہی ہیں۔ میں ابھی خاموش
ہوں ورنہ یہ تنخواہیں گورنمنٹ تاحیات جاری رکھے گی۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر
نئے آئے ہیں۔ انتظام جدید ضرور ہو گا۔ یہ نہیں لکھ سکتا کیا ہو گا۔
مٹیا برج کا حال جو تم نے لکھا ہے فہم سے باہر ہے پھر لکھو۔ والد عار۔
راتم داغ دہلوی

سید نظیر الحسن

ہا بن، ضلع تھرا
یکم فروری ۱۹۲۵ء

مخدوم و محترم بندہ جناب مولوی صاحب دام مجدکم۔ سلام نیاز
میں بفضل خیریت سے ہوں۔ جناب کی خیریت بلکہ حالات عرصہ سے معلوم نہ ہوئے تھے
شکر ہے کہ اتفاقاً آپ کے صاحبزادے میاں عبداللہ خاں سلمہ کا خط "المیزان" کی تلاش
میں آیا۔ میں نے اون کی معرفت آپ کی خیریت اور حالات دریافت کرائے۔ چنانچہ آپ
کی خیریت اور حالات سے مطلع ہوا۔ شکر خدا بجایا کہ میرے ایک قدیم عنایت فرما
خیریت سے ہیں۔ اونہی کی معرفت جناب حکیم احمد حسین صاحب قبلہ کی خیریت اور
حالات معلوم ہوئے۔ ورنہ میں بالکل سب صاحبوں کے حالات سے بے خبر
اور لاعلم تھا۔

جناب کی قدم بوسی کو بہت طبیعت چاہتی ہے۔ آپ کی قابلا نہ تقریر سے عجب
لطف آتا تھا۔ آپ نے تو تشریف آوری کا جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہی نہ ہوا حالانکہ
آپ اکثر آگرہ وغیرہ تشریف لاتے ہوں گے۔ خیر اگر میرا ہی کبھی بلند شہر آنا ہوا تو
ماضی ہوں گا۔ بلند شہر میں میرے ایک عزیز انسپکٹر جنگلی میں ہیں۔
آپ کے صاحبزادے صاحب نے میری کتاب "المیزان" کا اشتیاق ظاہر

کیا تھا اور لکھا تھا کہ کہاں سے بہ قیمت مل سکتی ہے۔ میں عرصہ سے ایک جلد بطور نذر آپ کی خدمت میں بھیجنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کتاب کی تصنیف کے وقت میں نے بہت سے مقامات آپ کو سنائے تھے اور آپ کی راتے کے مطابق اس میں ترمیم وغیرہ کی تھیں اور درحقیقت آپ کے عالمانہ مشوروں سے مجھے بیدار دلی تھی۔ اس وجہ سے مجھ پر واجب تھا کہ اس کی ایک جلد آپ کی خدمت میں پیش کروں قبول فرما کر ممنون فرمائیے۔

میری استدعا ہے کہ آپ اس کے اکثر مقامات ملاحظہ فرمائیں! خدا کا شکر ہے کہ آپ کی وعاد و برکت سے "المیزان" نے بہت بہرہ و لعزیزی حاصل کی۔ یہ پنجاب یونیورسٹی کے نصاب "آنرڈ ان اردو" میں داخل ہو گئی۔ پھر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے "ایف۔ اے" کے نصاب میں داخل ہوئی اور اب الہ آباد یونیورسٹی کے امتحان "ایم۔ اے۔ اردو" کے نصاب میں ۱۹۲۵ء سے داخل ہو گئی ہے۔ یعنی یہ ناچیز تصنیف مولوی شبلی۔ مولوی نذیر احمد اور مولوی محمد حسین آزاد کی قابلیت تصانیف کے دوش بدوش یونیورسٹیوں کے نصاب میں جگہ پا گئی ہے۔

اب اس کی بہت تھوڑی سی جلدیں باقی رہ گئی ہیں۔ جناب کو ملاحظہ سے معلوم ہو گا کہ میں نے کس اہتمام سے کیسے عمدہ کاغذ پر کیسی خوشخط طباعت کرائی ہے۔ اب اس گرائی کے زمانہ میں ایسے اہتمام سے طبع ہونا مشکل ہے۔ جن صاحبوں کے پاس اس ایڈیشن کی جلد پہنچ جائے غنیمت ہے۔

شکر ہے کہ آپ کے کتب خانہ میں داخل ہونے کی عزت اس کو حاصل ہو گئی۔ ہمیشہ خوشنودی مزاج سے مشرف فرماتے رہیں۔ حکیم صاحب کو سلام نیاز اور صاحبزادہ صاحب کو دعا کہہ دیجئے۔ فقط۔ زیادہ تسلیم۔

احقر العباد سید نظیر الحسن عفی عنہ

میر قطب الدین اشک

موضع اُمرہ تحصیل شکوہ آباد
ضلع بین پوری

محترم بندہ زاد عنایتکم! سلام شوق قبول باد۔ یہاں
بضرورت آیا ہوں۔ یہ لوگ مرید ہیں۔ جس روز سے آپ سے علیحدہ ہوا کوئی وقت
ایسا نہیں کہ سچوں کے خیال سے خالی ہو۔ اللہ تعالیٰ سب کو صحت دے۔
آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی مزخرفات جمع کرتا ہوں۔ میں نے وہ ہی زمین
استاد ذوق قدس سرہ کی کہ جس میں اون کا سردیوان مطلع ہے پسند کی ہے۔ دو غزلیں
بنظر اصلاح درج خط ہیں۔ ضرور دیکھ کر مرحمت یہیں ہوں۔ ایک ہفتہ قیام ہے
نئے رنگ کی غزل اول ہے اور دوسری کا خاص رنگ ہے۔ سب کو دعا۔
قطب الدین

ڈاکٹر مختار احمد انصاری۔ ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری

دفتر مسلم یونیورسٹی لیگ
۳ اپریل

برادر محترم!۔ سلام علیکم۔ جناب فضل احسن حسرت موہانی
کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ یونیورسٹی کے متعلق نہایت سرگرمی سے کام کر رہے ہیں

میر قطب الدین اشک: مقام جلیسر ضلع ایڈ کے سادات میں سے اور میر زاد داغ کے شاگرد رشید تھے
جن کا ذکر ثنوی فریاد داغ میں آیا ہے۔

اشک ریزاں بحالت غمگین
میری دلدار یوں سے کام اد نہیں
کوئی گھائل کو جس طرح لائے

میر سے ہمراہ میر قطب الدین
میری شمنوار یوں سے کام اد نہیں
وہ مرشد دل کو اس طرح لائے

جزاک اللہ۔

آپ اپنے ہم خیال اصحاب کے ساتھ ۹ تاریخ تک لکھنؤ پہنچ جائیں ہمارے
لوگ آپ کے خیر مقدم کے لئے سٹیشن پر موجود ہوں گے۔ اور آپ کی رہائش اور آسائش
دیگرہ کا خاطر خواہ انتظام کر دیں گے۔

خاکسار مختار احمد (انصاری)

سید عبدالرحمان (بھنوری)

سکرٹریان

میرے نام
(محمد عبداللہ خاں نوشکی)

بوستان قلم

خواجہ حسن نظامی کا ایک خط مع سرنامہ



تاریخ: ۲۲ رمضان ۱۳۵۲
تیلیفون دفتر اخبار: ۵۶۵۳
روزنامہ: ۵۶۷۳

تاریخ: "خواجہ دہلی"
تیلیفون ذاتی: ۲۱۲۲

از دفتر

خواجہ حسن نظامی لڑکا حضرت خواجہ نظام الدین اولیا - دہلی

GRAMS: "KHAWAJA" DELHI
TELEPHONE RESIDENCE: 2132

ROZNAMCHA - 5653
ADIL - 5673

Office of Khawaja Hasan Ali Nadwi, Daryul Hijrah-ul-din India

DELHI.

۲۲ رمضان ۱۳۵۲

خان صاحب سلام علیکم۔ نام ہوں جواب میں دیر ہوئی۔ آپ کے مضامین ابھی برون نہیں لگا۔
انگریزی اصل میں منہ بہ منہ تو اندازہ آسانی سے ہوتا۔ تاہم آپ کی تحریر صاف ہے۔ خیال
کو ادا کر سکتا ہوں مضمون نویسی ہے۔ میں آپ کو یہ سیکھ سکتا ہوں۔ خود وہ اخبار نویسی نہیں
جانتا جسکی آندھی چل رہی ہے۔ تاہم رمضان کے بعد آئے۔ چند روز یہاں رہے۔
میں گاہوں میں رہتا ہوں جہاں طعام و قیام دیہاتی طرز کا ہوتا ہے۔ آپ نے اسکو
برداشت کر لیا تو یہ بھی ایک مضمون ہوگا جسکو آپ سیکھ لینگے۔

مندرجہ بالا عکسی خط کا متن

۲۲ رمضان ۱۳۵۲

خان صاحب سلام علیکم۔ نام ہوں جواب میں دیر ہوئی۔ آپ کے مضامین ابھی پڑھ
ہیں سکا۔ انگریزی اصل میں ہوتی تو اندازہ آسانی سے ہو جاتا۔ تاہم آپ کی تحریر صاف ہے۔ خیال
کو ادا کر سکتا ہوں مضمون نویسی ہے۔ میں آپ کو یہ سیکھ سکتا ہوں۔ خود وہ اخبار نویسی نہیں جانتا
جسکی آندھی چل رہی ہے۔ تاہم رمضان کے بعد آئے۔ چند روز یہاں رہے۔ میں گاہوں
میں رہتا ہوں جہاں طعام و قیام دیہاتی طرز کا ہوتا ہے۔ آپ نے اسکو برداشت کر لیا تو یہ
بھی ایک مضمون ہوگا جسکو آپ سیکھ لینگے۔

136944

حسن نظامی

۲۲ (پہر ڈاکخانہ ۹ جنوری ۱۹۳۲ء)

احسن مارہروی

مارہرہ، ضلع ایٹہ، سرکار خرد

۳ مئی ۱۹۳۹ء

جناب محترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
 ”فرہنگ عامرہ کے مطالعہ کا شوق ہے۔ مارہرہ کے میں فقیر نے ایک کتب خانہ قائم
 کیا ہے اور خادم بد شعور سے خدمت ادب کر رہا ہے۔ اگر یہ خصوصیت کسی رعایت
 کی مستحق ہوئے تو نظر انداز نہ فرمائی جائے۔ بہر حال جس رعایت اور جس حیثیت سے
 مناسب ہو ایک نسخہ میرے نام بھیج دیا جائے۔ والسلام
 دعا گو سید علی احسن۔ احسن مارہروی
 سجادہ نشین خانقاہ سرکار خرد

(۲)

مارہرہ، ضلع ایٹہ، سرکار خرد

۲۹ مئی ۱۹۳۹ء

شفیقہ دہی۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ”فرہنگ عامرہ
 کی طلبی کا خط بھیج کر میں دہلی اور علیگڑھ چلا گیا تھا۔ کل واپس ہوا ہوں۔ آئی ہوئی ڈاک
 میں لغت مذکورہ کا شرف مطالعہ حاصل ہوا۔ اس کا تذکرہ علیگڑھ میں بھی ابراہیم خاں
 صاحب سے ہوا تھا۔ اس کرم اور خصوصی مہربانی کا بہت شکریہ۔ یہ معلوم کر کے مجھے
 آپ اور آپ کے خاندان سے روحی اور معنوی خصوصیت ہے بہت زیادہ مسرت
 ہوئی۔ اس سلسلے میں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت استاد مرحوم (مرزا داغ) کے کلام
 اور سوانح کے متعلق میں برابر اور علی الاقوال کام کرتا رہتا ہوں۔ کمی فرصت کی وجہ
 سے یہ تسلسل کبھی کبھی قائم نہیں رہتا۔ فی الحال ”زبان داغ“ کے نام سے ان کے
 کلام کا ایسا انتخاب جس میں عطف و اضافت فارسی نہیں ملے میں جا چکا ہے

اور اب انشاء داغ کے نام سے ان کے خطوط مرتب کر رہا ہوں۔ یہ سکر کہ برادر محترم حضرت فیروز کے نام استاد مرحوم کے خطوط تھوڑے بہت محفوظ ہیں بے حد خوشی ہوئی میں ممنون اور شکر گزار ہوں اگر ان موجودہ خطوط کی نقل مجھے کالاً اصل عنایت کر دی جائے وہ خطوط حسب عادت استاد مرحوم غالباً زیادہ اصلاحی ہوں گے۔ اس لئے گزارش ہے کہ ان اصلاحوں کو بھرنے نقل فرمایا جائے۔ اور اس خط پر جو عبارت ہو مع تاریخ و دستخط ہو وہ بھی نقل کی جائے ان کے علاوہ جو خطوط جدا گانہ ہوں وہ بھی بصورت نقل لکھے جائیں۔ میں مصر نہیں ہوں کہ اصل خط مجھے بھیجے جائیں۔ لیکن اگر مجھ پر اعتماد فرمایا جائے گا۔ تو میں جلد ہی جلد ان اصل سے نقل لے کر واپس کر دوں گا۔ اس خود غرضانہ تحریر کے بعد فرینگ کی بابت عرض ہے کہ چند ضروری الجواب خطوط لکھنے کے بعد اس کا مطالعہ شروع کروں گا اور اس کا تبصرہ اپنی حیثیت اور فہم کے مطابق مفصل لکھ کر حاضر خدمت کروں گا۔ مطمئن رہئے۔

میرے برادر محترم اور اپنے والد ماجد معظم کی خدمت بابرکت میں سلام شوق پہنچایا جائے۔ بوجہ عجلت یہ خط لکھا گیا ہے۔ اس بے ربطی اور گھسیٹ کو معاف فرمائیے کہ کثرت کار میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ والسلام دعا گوئے انام احسن بد نام

(۳)

مارہرہ

۲۹ جون ۱۹۳۹ء

لطف فرمائیے۔ السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔ دعا گو مسوری گیا بھی مادہ آ بھی گیا۔ ٹھہرنے کا ارادہ تھا مگر نہ ٹھہر سکا جس کے لئے یہ قطعہ کہا گیا ہے کیا کروں سیر کو ہر منصور کی دل ہے کہتا نہیں بھرا میں بھی کہ اسیر شکستہ حالی ہوں جیب کہتی ہے میں بھی خالی ہوں

۲۴

واپس آکر آپ کا نوازش نامہ ملا۔ زندہ رہا تو انشا اللہ سر دیوں میں
خورجے کا آچار کھاؤں گا۔
زیادہ زیادہ والسلام

دعا گوئے انام احسن بدنام

حامد اللہ افسر میرٹھی

۵۹ نیما گوں لکھنؤ
۲۰ اگست ۱۹۳۹ء

محترمی و کرمی جناب خاں صاحب۔ السلام علیکم۔ نوازش نامہ
موصول ہوا، یاد آوری کا شکریہ۔ ”فرہنگ عامرہ“ وصول ہوئے کئی ہفتے ہو گئے،
مجھے افسوس ہے کہ بعض وجوہ سے جواب میں تاخیر ہوئی، امید ہے کہ آپ معاف
فرمائیں گے۔ ”فرہنگ عامرہ“ بہ تعریف و توصیف سے بالاتر ہے، آپ کی
محنت اور تحقیق کی داد نہ دینا ظلم ہے، چالیس ہزار الفاظ کا ایک مختصرے
جسم میں جمع کر دینا، معنی کی تفہیم میں اختصار اور وضاحت کا خیال رکھنا، تلفظ
کی توضیح جدید مغربی زبانوں کے طرز پر ہر لفظ کے ٹکڑے کر کے کرنا اس قدر دشوار
کام تھا کہ علماء کی ایک جماعت سے بھی اس کا بخیر خوبی انجام کو پہنچنا مشکل تھا اس
کا صلہ آپ کو حکومت سے ملنا چاہیے، مابین اردو و عربی ہیں، ان کے پاس
”دعا“ کے سوادینے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے!
میں ۲۶ اگست کی شام کو آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ سے چند کتابوں پر
ریویو کروں گا، میں نے ریڈیو اسٹیشن کو شلیفون کر کے دریافت کیا تھا کہ کیا میں
فرہنگ عامرہ کو ان کتابوں میں شامل کروں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کتاب
پر ریڈیو (لکھنؤ) سے ریویو ہو چکا ہے۔ آپ ان کو لکھ کر اس ریویو کی ایک نقل
منگالیجئے۔

آپ ضرور لکھنو تشریف لائے، مجھے انتظار رہے گا میرے میں برابر جانا رہتا ہوں۔
انشاء اللہ اب کے جانا ہوا تو ضرور خورجہ آنے کی کوشش کروں گا۔ امید کہ مزاج والا بخیریت ہوگا۔
اسیرِ خلوص حامد اللہ افسر

مولانا حسین احمد مدنی

دیوبند

۲۸ رجب ۱۳۵۸ھ

محترم المقام زید مجدکم: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف
والانامہ باعث سرفرازی ہوا۔ یاد آوری کا شکر گزار ہوں۔ ان دلوں اتہانی مصروفیت
میں مبتلا ہوں۔ باوجود پوری کوششوں کے ہر روزہ عریضہ ارسال نہ کر سکا۔ معافی کا
خواستگار ہوں۔ کتاب جناب نے اوس روز عنایت فرمائی تھی۔ مندرجہ ذیل الفاظ
پیشکش کرتا ہوں۔

بے شک یہ کتاب اپنے نئے اسلوب پر نہایت عرق ریزی سے تیار کی گئی ہے۔ اردو
خواں طلبہ کے لئے بہت زیادہ نافع اور مفید ہے۔ میرا خیال ہے کہ نہ صرف اسکول
اور کالج کے طلبہ بلکہ ان کے مدرسین بھی اس سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔ ان کے لئے
تعلیم و تعلم کے سلسلے میں یہ کتاب آب حیوۃ کا کام دے گی۔ نیز ارباب علم و شائقین
اردو و فارسی کے لئے بھی نہایت کارآمد ہے۔ میں علم دوست طبقہ سے پُر زور اپیل کرتا
ہوں کہ وہ اس کتاب کی اشاعت میں بیش از بیش حصہ لیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا
ہوں کہ وہ مؤلف موصوف کو اس علمی خدمت کی جزائے خیر عطا فرمائے

حضرت مولانا امت برکاتہم کی خدمت میں سلام مستنون عرض کر دیں۔ نیز والد
ماجدہ اور دیگر واقفین و پرسان حال سے بھی سلام مستنون عرض کر دیں۔ والسلام
(مہر ڈاکخانہ ۱۳ ستمبر ۱۹۳۹ء)

اننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

سرتیج بہادر سپرو

۱۹۔ ایرٹاروڈ، الہ آباد

مورخہ نومبر ۱۹۳۹ء

جناب مخدوم تسلیم و نیاز مجھے سخت افسوس ہے کہ میں گرامی نامہ مورخہ ۱۳ جون کا جواب اس وقت نہ دے سکا۔ اور نہ آپ کی کتاب فرہنگ عامرہ کے بارے میں کچھ لکھ سکا۔ میں مئی اور جون کے مہینے میں سخت علیل تھا۔ اور قریب المرگ تھا۔ اخیر جون میں بلوچہ بیماری کے مجھے کشمیر جانا پڑا کہ جہاں سے ستمبر کے مہینے میں واپس آیا۔ اس وقت بھی طبیعت میری اچھی نہیں ہے۔

میں آپ کی عنایت کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے ایک جلد اپنی کتاب کی عطا فرمائی۔ اس عرصہ میں میں نے چند بار آپ کی کتاب کا مطالعہ کیا۔ میں بہت خوش ہوں کہ ایسی فرہنگ اس وقت شائع ہوئی۔ میری رائے ناقص میں یہ نہایت مفید ثابت ہوگی۔ اور ہم سب کو جن کو کہ اردو سے تعلق ہے آپ کا احسان ماننا چاہئے گا کہ آپ نے اس قدر محنت کے ساتھ اس کتاب کو تیار کیا۔ یہ لغت نہایت قابل قدر ہے۔
زیادہ نیاز۔

بندہ تیج بہادر سپرو

نواب محمد اسماعیل خاں

میرٹھ

۲۲ فروری ۱۹۳۹ء

کرمی محمد عبداللہ خاں صاحب السلام علیکم۔ عنایت نامے اور مبارکباد کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے بلند شہر میں مسلم لیگ کے وقار کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا۔

جناب قلم مولانا صاحب اور دیگر حضرات کی امداد سے یہ کامیابی حاصل ہوئی۔
امید کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ والسلام۔

محمد اسماعیل خاں

امتیاز علی خاں عرشی

کتاب خانہ راپور

۱۶ مارچ ۱۹۳۲ء

مکرمی سلام مسنون! میں ایک مہینے کے بعد لاہور سے واپس آیا تو آپ
کا استفسار نامہ ملا۔ آپ کی یاد آوری کا بہر حال منت پذیر ہوں۔

مولوی نجم الفتنی خاں مرحوم کی ولادت ۱۰ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ کو راپور میں
ہوئی۔ اور اوائل عمر میں اپنے والد کے پاس اودے پور چلے گئے۔ اور وہاں فارسی عربی کی
ابتدائی کتابیں پڑھیں ۱۳۰۰ھ میں راپور آکر علوم عربیہ کی تکمیل کی۔ مولوی عبدالحمق
خیر آبادی مولوی محمد طیب لکھی اور مدرسہ عالیہ کے دیگر اساتذہ سے فیض پایا ۱۳۰۹ھ
میں مدرسہ عالیہ کے آخری درجہ کو پاس کیا اور نمبر اول رہے۔

اخبار الصنادید (تاریخ راپور) کی تصنیف کے سلسلے میں تنویر و پیر ماہوار نواب
سید حامد علی خاں بہادر نے مقرر فرمادیا تھا۔ سرکار حال نے کتاب خانہ کا ناظم مقرر فرمادیا۔
اسی عہدے پر غالباً جون ۱۹۳۲ء کے آخر میں انتقال ہو گیا۔ کیونکہ یکم جولائی سے ان کا نام
بوجہ فوتی خارج کیا گیا ہے۔

میں پنجاب کے لئے اردو کورس مرتب کر رہا ہوں۔ اس میں آپ کا ایک مضمون
مخوناب مسرت (شائع شدہ در رسالہ ہالیوں) داخل کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ کی اجازت
ہے؟ والسلام۔

مخلص عرشی

حفیظ جالندھری

نئی دہلی

۳۱ مارچ ۱۹۴۲ء

میرے کرم فرمائے کرم! السلام علیکم۔ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا اور آپ کا مجھ ناچیز کے غریب خانہ پر آنا معلوم ہوا تھا۔ مجھے نہایت ہے کہ میں گھر پر نہ تھا۔ آپ کی محبت اور حفیظ تو نسوی آپ کو وہاں تک لائے اور میں ملاقات سے محروم رہا میں کیا عرض کروں کتنا مصروف اور کس قدر مجبور ہوں۔ شاید یہ ایک بیت میری حالت ظاہر کر سکے۔

میری مجبوریاں کیا پوچھتے ہو

کہ بیٹنے کے لئے مجبور ہوں میں

جس خدمت پر مامور ہوں اس کے بے ادبیات کے الجھاؤ کا تذکرہ فضول ہے۔ لیکن یہ بیان کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس کے ساتھ ساتھ تنہائی اور تنہائی کا احساس۔ کنبہ کی اتھاہ ذمہ داریاں۔ ان سب نے ایسا باندھ رکھا ہے کہ کوئی وعدہ کرنے کے قابل نہیں۔ لیکن خدا سے امید رکھتا ہوں کہ کسی روز اس قید سے ایک دن کے لئے نکل بھاگوں گا آپ کے والد بزرگوار سے بھی شرف نیاز حاصل کروں گا اور آپ سے بھی درد دل کہہ سکوں گا۔

دعا گو حفیظ جالندھری

(۲)

۴۔ فلیگ اسٹاف روڈ، دہلی

۲۲ مئی ۱۹۴۲ء

برادر کرم جناب محمد عبداللہ خاں صاحب خوشگی، سلام علیکم

آپ کا ۲۶ اپریل کا محبت نامہ سامنے ہے۔ جواب جلد نہ دے سکا۔ ۲۳ اپریل سے

۷ رسی تک دورے پر رہا۔ آیا تو دفتر کی تبدیلی اور پھر بعض مقامی جلسہ جلوسوں میں کھنچا کھنچا پھرا۔ معافی چاہتا ہوں۔

آپ کے گرامی نامہ سے جسے میں محبت نامہ کہہ رہا ہوں۔ اخلاص کا پتہ چلتا ہے۔ اور چونکہ یہ جنس بہت کمیاب ہے۔ اس لئے میں عزیز رکھتا ہوں۔ اور میری تمنا ہے کہ آپ اور آپ کے والد صاحب سے ملاقات بھی نصیب ہو۔ اگرچہ یہ جانتا ہوں کہ میرے متعلق جو حسن ظن آپ کو ہے۔ کہیں میں ملاقات کے بعد اس سے محروم نہ ہو جاؤں۔ بہت سی چیزیں دور سے بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ قریب آنے پر ان کی خوبیوں سے ملی جلی خرابیاں بھی سامنے آجاتی ہیں۔ جیسے گوہر سار کے مناظر دور سے دلکش ہیں۔ قریب جانے پر غار اور بد نما پتھر بھی سامنے آجاتے ہیں۔ اور دشوار گزار بھی تکلیف دہ ہو جاتی ہے۔ بہر صورت زندگی یہی ہے۔

جانِ برادر۔ ایک قلبِ مخلص اور ایک نگاہِ اعتبار کا متمنی ہمیشہ سے ہوں اور رہوں گا جہاں بھی مل جائے جی لپکتا ہے۔ خود کیا ہوں۔ جانتا ہوں۔ جو نہیں ہوں اس کو طلب کرتا ہوں۔ میرا ان دنوں خورجہ آنا ممکنات سے نہیں، البتہ خرلوزوں کا ذکر کر کے آپ نے میرے کام و زبان کو دعوت دی ہے۔ خیر! قسمت میں ہوئے تو مل ہی رہیں گے۔ آپ ان دنوں کبھی تشریف لاسکیں تو دو چار خرلوزے لیتے آئے گا۔ دو چار اس لئے کہ تنہا ہوں آموں کے موسم میں تو خورجہ آنا ہی پڑے گا۔

ہجوم میں تنہائی تو لازمی ہے۔ اور میں تو اس پوری دنیا بلکہ کائنات میں تنہا ہوں ہر طرح سے تنہا۔ خیر یہ باتیں ملاقات کے بعد اگر مناسب نظر آیا تو ہوتی ہی رہیں گی۔ آئیں تو میرے یہاں بھی آپ خاموشی اور تنہائی کا بطف اٹھا سکتے ہیں۔ یہ جگہ علی پور روڈ کی پشت پر پرانی سیکرٹریٹ کے قریب ہے۔

حفیظہ جالندھری

غلام رسول مہر

لیٹوے روڈ، لاہور

۳۱ مارچ ۱۹۲۳ء

کرمی! مجھے اپنے حالات سے کبھی دلچسپی پیدا نہیں ہوئی۔ اور نہ ان میں دلچسپی کی کوئی چیز تھی کہ تحقیق و کاوش کی زحمت گوارا کی جاتی۔ صرف از رہ امتثال امر چند سطریں لکھتا ہوں۔

میں ۱۸۹۴ء میں پیدا ہوا۔ مہینہ غالباً مئی تھا۔ دن معلوم نہیں۔ میرا وطن ایک چھوٹا سا قریہ ہے جس کا نام ”پھول پور“ ہے۔ جالندھر شہر سے تقریباً پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔ آباؤ اجداد کا پیشہ کشادری تھا۔ انہوں نے اپنی محنت سے اتنی زمین پیدا کر لی تھی۔ جو نہ محض میرے وطن میں بلکہ آس پاس کے مواضع میں بھی دنیا داری کے نقطہ نگاہ سے غلامی اعزاز کا نشان بن گئی تھی۔

میرے دادا اور والد بڑھے لکھے نہ تھے۔ لیکن والد مرحوم کے مقاصد زندگی میں سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ مجھے اعلیٰ تعلیم دلائیں۔ بلکہ انہوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ میٹرک کے بعد مجھے ولایت بھیجیں گے۔ میرا حافظہ ابتداء ہی سے بہت اچھا تھا۔ جماعت میں اول نمبر پر رہتا تھا۔ اس لئے والد مرحوم کو یقین تھا کہ میں ان کے تمام حوصلوں کو بہترین طریق پر پورا کر سکوں گا۔ لیکن میں صرف گیارہ برس کا تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ بستر مرگ پر انہوں نے میرے ماموں صاحب اور والدہ صاحبہ کو بلا کر صرف ایک وصیت کی اور وہ یہ کہ میری تعلیم میں نہ محض کوئی رکاوٹ پیدا ہو بلکہ اس کا پورا اہتمام کیا جائے۔ اگرچہ اس سلسلہ میں کتنا ہی خرچہ برداشت کرنا پڑے۔ اس کے بعد والدہ مرحومہ نے میری تعلیم کو اپنا نصب العین بنا لیا۔ جالندھر کے مشن ہائی اسکول سے میں نے میٹرک پاس کیا اور اسلامیہ کالج لاہور سے بی۔ اے کی سند لی۔

آٹھویں جماعت سے شاعری کا شوق پیدا ہوا۔ ایف۔ اے میں تھا کہ طبیعت سیاسی کاموں کی طرف راغب ہو گئی۔ بی۔ اے کی سند لینے تک میں فیصلہ کر چکا تھا کہ ملازمت نہیں کروں گا۔ بلکہ یا تو شعر و ادب کی خدمت میں زندگی گزاروں گا۔ یا اخبار نویسی کروں گا۔ والدہ مرحومہ کے لئے یہ خیالات و افکار بڑی مایوسی کا باعث تھے۔ اگرچہ انہوں نے میری دل داری کے پیش نظر کبھی کھل کر ان کا اظہار نہیں کیا تھا لہذا ان کے پاس خاطر سے میں نے تین برس تک حیدرآباد میں ملازمت بھی کی۔

ترک موالات کے آغاز میں میرا ارادہ یہ تھا کہ لاہور سے اپنا اخبار جاری کروں لیکن میں ان انتظامات کے متعلق سوچ رہا تھا کہ بعض دوستوں نے مجھے بہ اصرار "زمیندار" میں بلا لیا۔ مولانا ظفر علی خاں پہلے گرفتار ہو چکے تھے۔ مولانا اختر علی خاں بھی قید میں تھے۔ سالک صاحب کے خلاف مقدمہ دائر ہو چکا تھا۔ اور اخبار کو جاری رکھنا لازم تھا۔ ۱۹۲۱ء میں چند پوم کے لئے اور ۱۹۲۲ء سے مستقل میں زمیندار کا ایڈیٹر بن گیا۔ نومبر ۱۹۲۲ء میں سالک صاحب رہا ہو کر آ گئے۔ اور ان کے ساتھ رفاقت و محبت کا وہ پیمانہ بندھا کہ خدا کے فضل سے اب تک ہر اختلاف سے محفوظ رہا ہے۔ اور امید ہے کہ تادم زیست محفوظ رہے گا۔ اپریل ۱۹۲۹ء سے ہم دونوں نے "انقلاب" جاری کیا۔

یہ میرے حالات کا سرسری مرقع ہے۔ اگر کسی امر کے متعلق تفصیل مطلوب ہو تو بے تکلف حکم دیجئے۔ تعمیل میں حتی الامکان کوشاں نہ ہوگی۔ والسلام
آپ کا مہر

مارا شکر ناشاد

بنتی

۱۰ مئی ۱۹۲۲ء

مکرمی تسلیم۔ بصد تکریم۔ گرامی نامہ شرف صدور لایا۔ یاد فرمائی کا

شکر یہ۔ رہنے والا میں اودھ کا ہوں۔ گونڈہ ضلع میں ایک موضع کا لیستھوں کا چاروٹے۔ وہیں کی پیدائش ہے۔ صحیح تاریخ ولادت معلوم نہیں۔ انٹرنیشنل کے سرٹیفکیٹ کی رو سے تاریخ پیدائش ۲۰ جولائی ۱۹۰۶ء ہے۔

فی الحال بستی میں مقیم ہوں۔ یہاں ایک ہائی اسکول میں اسسٹنٹ اسٹریٹر ہوں۔ مستقل تصنیف شاید قسمت میں نہیں کیونکہ یہ چیز فرصت کی ہے اور فرصت یہاں مرنے کی نہیں۔ افسانوں کا مجموعہ نکلنے جا رہا ہے۔ کتابت ہو رہی ہے۔ غزلیں، افسانے، ڈرامے اور مختلف مضامین ہندوستان کے مشہور جریدوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

اس طرف مشاعروں اور کانفرنسوں کی صدارت سے فرصت نہیں ملتی۔ مختصر یہ کہ اپنی پیاری زبان اردو کی خاموش خدمت ہی اپنی زندگی کا اہم ترین فریضہ سمجھتا ہوں۔ اس خدمت کو اگر کسی طرح شرف قبولیت حاصل ہو جائے تو میرے لئے یہی بہت ہے۔ زیادہ نیاز

خاکسار ناشاد (ام ۱۷۔ ایل۔ ٹی)

فراق گورکھپوری

بیک روڈ، الہ آباد

۱۳ مئی ۱۹۳۷ء

کرمی، سال پیدائش مری ۱۸۹۶ء ہے۔ وطن ضلع گورکھپور ہے۔ مفصل حالات مرے سال نامہ نگار لکھنؤ ۱۹۳۷ء میں آپ کو ملیں گے۔ آپ حضرت نیاز فتحپوری سے وہ سال نامہ منگالیں۔ یا خورجہ میں نگار آتا ہو تو وہاں دیکھ لیں۔ میرا کلام دو جلدوں میں عنقریب انڈین پریس سے شائع ہو رہا ہے۔ اس کے بعد دو جلدوں میں میرے مضامین نشر شائع ہوں گے۔

میں الہ آباد یونیورسٹی میں انگریزی کا پروفیسر ہوں اور یہیں پر رہتا ہوں۔

مجھے افسوس ہے کہ میری ملاقات آپ کے ان دونوں بھائیوں سے نہیں جن کا ذکر آپ نے کیا ہے۔

نیاز مند رگھوپتی سہائے فراق

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

ترجمان القرآن

۶ جولائی ۱۹۳۲ء

محترمی و کرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میرا پورا نام سید ابوالاعلیٰ مودودی ہے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ابوالاعلیٰ میری کنیت ہے، نام کچھ اور ہوگا۔ حالانکہ میرے والد نے میرا نام یہی رکھا ہے۔ میرا وطن دہلی ہے۔ اگرچہ میں پیدا اورنگ آباد دکن میں ہوا ہوں۔ تاریخ ولادت ۲۵ ستمبر ۱۹۰۳ء ہے۔

خاکسار ابوالاعلیٰ

مولانا عبد الرزاق طلیح آبادی

دفتر روزانہ ہند کلکتہ

۲۵ جولائی ۱۹۳۲ء

کرم بندہ زاد لطفہ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ واقعی آپ کا خط پہنچا تھا، مگر میں جواب لکھنا بھول گیا۔ معاف فرمائیے۔ میری عمر اس وقت غالباً چوالیس سال کی ہے۔ تاریخ پیدائش معلوم نہیں، لیکن مجھ سے دو بڑے بھائیوں کی تاریخیں لکھی ہوئی ہیں۔ انہی کے حساب سے میں اپنی عمر اتنی سمجھتا ہوں۔ ممکن ہے ایک برس کم ہو یا زیادہ۔ میری ترجمہ کی ہوئی بہت سی کتابیں چھپ چکی ہیں۔ ان میں امام ابن تیمیہ

کی کتابیں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ خود میری تالیفات میں سے رحمت مصطفیٰ، رحلت
خلفاء راشدین، شہیدِ کربلا اور سراپا سے حبیب چھپ گئی ہیں۔ باقی مسودہ پر ہے۔
خاکسار ملیح آبادی

سید ہاشمی فرید آبادی

فرید آباد

۲۶ جولائی ۱۹۴۲ء

جناب کرم زاد لطفہ، یاد فرمائی کا شکریہ۔ میرے بھائی کہتے تھے کہ
وہ آپ کے منتظر رہے۔ آپ نے کئی سوال تحریر فرمائے ہیں۔ جواب میں مجھے جو کچھ
معلوم ہے تحریر کرتا ہوں۔ تحقیق و تامل سے اور معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ لیکن اس
کے لئے وقت اور محنت درکار ہے۔

راقم الحروف کا سن ولادت ۱۸۹۶ء ہے۔ سید مطلبی صاحب سلمہ ۱۸۹۳ء کی
پیدائش ہیں۔ دیہاتی زبان پر بعض مضمون اور ایک ڈراما "کسان رت" اور ایک
مثنوی ان کی تصانیف چھپ چکی ہیں۔ میرے والد مرحوم نواب سید احمد شفیع صاحب
نیر کی ولادت ۱۸۶۲ء اور وفات ۱۹۰۶ء میں ہوئی۔

قتیل پریاں کے ایک نوجوان انشا پر داز اسد علی نے قتل اور غالب کے
نام سے رسالہ لکھا ہے جسے کتبہ جامعہ ملیہ نے چھاپا ہے۔ والتسلیم۔

خاکسار سید ہاشمی

سدرشن

بہنی

۲۶ جولائی ۱۹۴۲ء

جناب من! تسلیم۔ مزاج خریفانہ۔ جواب میں عرض ہے میرا نام سدرشن

ہے۔ صرف سدرشن۔ نہ سدرشن لال۔ نہ سدرشن داس اور نہ سدرشن چند۔ پہلے نام بدری نامہ تھا۔ اسے چھوڑے برسوں گزر گئے۔ اب اگر کوئی یہ نام لے۔ تو نہ چونکتا ہوں نہ گردن اپنے آپ اٹھتی ہے۔ نہ میں چاہتا ہوں۔ کہ اب کوئی اس بھولے بسرے نام کو میری ذات سے منسوب کرے۔

وطن سیالکوٹ (پنجاب) ہے۔ سن ولادت ۱۸۹۶ء ہے۔ تصنیفات کی تعداد قریباً اسی ہے۔ جن کے سات لاکھ نسخے اس وقت تک فروخت ہو چکے ہیں۔
آپ کا سدرشن

سعید احمد مارہروی

آگرہ

۲۸ جولائی ۱۹۲۲ء

مخدوم و مکرم بندہ۔ السلام علیکم۔ والا نامہ موصول ہو کر باعث عزت افزائی ہوا۔ سات آٹھ برس سے علیل ہوں۔ اس وجہ سے تفصیلی جواب دینے سے معذور ہوں۔ مختصراً لکھتا ہوں۔

میرا سال پیدائش دسمبر ۱۸۷۵ء ہے۔ میری تصانیف حسب ذیل شائع ہو چکی ہیں۔
۱۔ مرقع اکبر آباد (تاریخ آگرہ) ۲۱۔ بوستانِ انجیار۔ ۳۔ رپورٹ مساجد اکبر آباد۔ ۴۔ حیاتِ خیر
۵۔ آثار اکبری (تاریخ فتحپور سیکری) ۶۔ رہنمائے فتحپور سیکری۔ ۷۔ امرائے ہنود۔ ۸۔ حیاتِ صالح۔ ۹۔ ریاضِ محمدیہ (سوانح عمری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) ۱۰۔ آثار خیر۔
میرا وطن واقعی مارہرہ ہے۔ میں ۱۸۹۲ء سے بسلسلہ ملازمت و خدماتِ قومی آگرہ میں مقیم ہوں۔ والسلام۔

سعید احمد مارہروی

نوح ناروی

نارہ ضلع الہ آباد

۲ اگست ۱۹۲۲ء

عزیزی سلمہ دماغی یا دفرما کی کاشگریہ۔ پیرا نام محمد نوح اور تخلص نوح ہے۔ میں یکم شوال ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۸۷۹ء کو اپنے ناہمال بھوانی پور تحصیل سلون ضلع رائے بریلی (اوہہ) میں پیدا ہوا۔ میرے مختصر حالات بیشتر رسالوں میں چھپ چکے ہیں۔ بھائی صاحب سے سلام شوق کہنا۔ زیادہ دعا۔ فقط
نوح ناروی

اختر شیرانی

مہندی بلغ، ٹونک راج

۱۲ اگست ۱۹۲۲ء

شفیقہ و کرمی۔ سلام و نیاز نہ گرامی نامہ پہنچا۔ ممنون فرمایا۔ میرا نام داؤد نماں رکھا گیا تھا۔ غالباً خاندانی ناموں کے سلسلے میں قافیہ پیمائی مقصود تھی۔ مگر ہوش سنبھالنے کے بعد مجھے اس نام سے نفرت ہو گئی۔ اور میں نے اسے ترک کر دیا۔ میرا تاریخی نام مسعود خسرو ہے۔ بہتر ہو کہ آپ اسے درج فرمائیں۔ سن ولادت ۱۹۰۵ء ہے۔

والد ماجد (پروفیسر محمود خاں) کا سال ولادت ۱۸۸۵ء ہے۔

امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ والسلام۔

صداقت کیش اختر شیرانی

احسان دانش

مکتبہ دانش، فرنگ لاہور

۱۳ اگست ۱۹۲۲ء

محترم بندہ سلام مسنون!۔ میرا نام احسان الحق اور والد کا نام دانش علی، اس لئے احسان دانش لکھتا ہوں۔ وطن قصبہ کاندھلہ ضلع مظفرنگر یو۔ پی۔ سال ولادت مجھے معلوم نہیں کیونکہ ایسی معاشرت میں پرورش پائی ہے جہاں یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ کبھی ولادت معلوم کرنے کی ضرورت پڑے گی اور گاؤں میں تو شیکہ کے خوف سے بچوں کو لکھوایا بھی نہیں جاتا۔ چنانچہ میرا ایک بچہ جو کاندھلہ میں پیدا ہوا۔ اسے انہوں نے اب تک لکھوایا ہی نہیں۔ اور میں اب اس کی عمر بھی نہیں بتا سکتا۔

میری عمر غالباً ساڑھے اٹھائیس یا انتیس سال ہوگی۔ صحیح اندازہ نہیں۔ والسلام۔

احسان دانش

احمد ندیم قاسمی

غایوال۔ ضلع ملتان

۲۰ اگست ۱۹۲۲ء

محترمی و کرمی تسلیات!۔ میں آج ہی گاؤں سے واپس آ رہا

ہوں یا دفرمائی کا بید شکر یہ۔

میرا پورا نام احمد شاہ ہے۔ قوم کا اعوان ہوں۔ موضع آنگہ تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا پنجاب اکا رہنے والا ہوں۔ اور وہی میرا مولد ہے۔ میرا سال ولادت ۱۹۱۶ء ہے۔ ادبی نام احمد ندیم قاسمی اس لئے اختیار کیا کہ میں اپنے نام سے

”شاہ“ کا لفظ اڑانا چاہتا تھا کیونکہ یہ سیدوں کے لئے مخصوص ہے اور میں سید نہیں۔
 ندیم میرا تخلص ہے۔ اور ”قاسمی“ میری ”سب کا سٹ“ ہے۔
 اب تک میری تین کتابیں چھپی ہیں :
 ۱۔ چوپال — چودہ دیہاتی افسانوں کا مجموعہ۔
 ۲۔ جگولے — بیس افسانوں کا مجموعہ۔
 ۳۔ دھڑکنیں — ۲۶۰ قطعہات کا مجموعہ۔
 افسانوں کا ایک اور مجموعہ ”طلوع و غروب“ زیر طبع ہے۔
 احمد ندیم قاسمی

میاں بشیر احمد

دیوانہ سمان، سری نگر، کشمیر۔

۲۲ اگست ۱۹۲۲ء

مکرمی تسلیم! — آپ کے خط مورخہ ۲۵ جولائی کا جواب ۳ جولائی
 کو دے چکا ہوں۔ باقی ماندہ حضرات کے متعلق جو معلومات حاصل ہو سکی ہیں، وہ ذیل
 میں درج ہیں۔

جسٹس میاں محمد شاہ دین صاحب ہمایوں مرحوم بیرسٹریٹ لا، جج چیف کورٹ پنجاب
 ساکن باغبان پورہ لاہور۔ تاریخ ولادت ۲ اپریل ۱۸۶۷ء سال وفات ۲ جولائی ۱۹۱۸ء
 میری تاریخ ولادت ۲۹ مارچ ۱۸۹۳ء ہے۔ یکم جنوری ۱۹۲۲ء کو ہمایوں جاری کیا جواب تک
 باقاعدگی کے ساتھ جاری ہے۔ ہر راہ کی یکم تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

پہلے میرا تخلص زار تھا۔ اب یا بشیر ہے یا کوئی تخلص نہیں ہے۔ میں باقاعدہ شاعر نہیں
 ہوں۔ تفریحاً کبھی کبھی کچھ کہا یا زیادہ تر نثر لکھتا ہوں اور یا تخنیل سنا میں یا تحقیقی مضامین۔
 حامد علی خاں صاحب جوائنٹ ایڈیٹر ہمایوں کا سال ولادت ۱۸۹۷ء ہے۔
 وطن کرم آباد نزد وزیر آباد (پنجاب) ہے۔ میری رائے میں شعر خوب کہتے ہیں۔

زبردست نقاد ہیں۔

مولوی محبوب عالم صاحب مرحوم ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور۔ تاریخ ولادت
۱۸۶۳ء۔ موضع بھروکی ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ اور تیسرے سال کی عمر میں بروز
شبہ سوادس بجے صبح تاریخ، ۲۲ مئی ۱۹۳۲ء کو وفات پائی۔
مولوی انشاء اللہ خاں کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

نیاز مند بشیر احمد (ایڈیٹر سہیلوں)

(۲)

نئی دہلی

۱۷ دسمبر ۱۹۳۲ء

مکرمی و محترمی السلام علیکم!۔ والا نامہ لاہور ہوتا ہوا مجھے یہاں ملا۔
میں آئندہ ہفتے واپس جاؤں گا آج کل مصروفیت بہت ہے۔ لیکن کوشش کروں گا۔
جس قدر جلد ہو سکے آپ کے استفسارات کا جواب آپ کو بھیجوں۔
آپ اردو زبان کی تاریخ کے سلسلے میں جو کام کر رہے ہیں۔ وہ بغایت مفید
ہے۔ خدا آپ کے کام میں برکت دے۔ اگر میری طرف سے جواب میں تاہل ہو تو
آپ یا ددہانی فرما سکتے ہیں۔

میں بعض باتیں بالکل بھول جاتا ہوں۔ فرینگ عامرہ "کیا آپ نے "سہیلوں" کے
دفتر میں ارسال کی تھی؟ لاہور جا کر مجھے معلوم ہو جائے گا۔

بشیر احمد (ایڈیٹر سہیلوں)

امین حمزہ

بیت الامین، میانہ پورہ، شہر پالکوٹ

۲۵ اگست ۱۹۳۲ء

مکرمی جناب خاں صاحب زادہ لطفکم تسلیم ہے جناب

کے جوابات درج ذیل ہیں :-

نام (خان بہادر) خواجہ محمد مسیح پال، تخلص امین حزیں سیالکوٹی۔ تاریخ پیدائش ۲۴ اگست ۱۸۸۲ء۔ پیشہ ملازمت رہا۔ گورنمنٹ آف انڈیا کے "فائن اینڈ پریٹیکل ڈپارٹمنٹ" میں ۳۳ سال سے اور ملازمت کر کے ۵۵ سال کی عمر ہونے پر ۲۴ اگست ۱۹۳۹ء کو ریٹائر ہوا۔

میری ملازمت کا اکثر حصہ گلگت پولیٹیکل ایجنسی کشمیر میں گذرا ہے مزید حالات کے لئے میری مستقل تصنیف "گلگت حیات" کا دیباچہ جو معظمیٰ قبلہ سر عبدالقادر بالقاپہ کا لکھا ہوا ہے ملاحظہ فرمائیے گا۔

نثر نگاری کی طرف میں نے کسی توجہ نہیں کی۔ نظم کی اور دو کتابوں کے مسودے طیار ہیں۔ ایک کا دیباچہ تو جناب نواب خان بہادر اثر لکھنوی تحریر فرما رہے ہیں۔ کاغذ کی گرانی کے باعث ان تصانیف کی اہمیت غالباً موجودہ جنگ کے اختتام کے پیشتر نہ ہو سکے گی۔ زیادہ نیاز مخلص صادق محمد مسیح پال امین حزیں سیالکوٹی

مخمور اکبر آبادی

آگرہ

محترمی تسلیم!۔ جب سے آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا ہے میں میرا بنجار میں مبتلا ہوں۔ آج یہ جبر جواب لکھ رہا ہوں۔ میرا پورا نام سید محمد محمود رضوی ہے۔ ولادت کا ۱۸۹۹ء ہے۔ خدا آپ کی سعی کو مشکور کرے۔ کام اہم ہے اور نہایت ضروری۔ والسلام
(بہر ڈاکخانہ ۲۸ اگست ۱۹۴۲ء)
محمد محمود رضوی اکبر آبادی

قاضی احمد میاں ختر

جوناگڑھ (کاشیادار)

۵ ستمبر ۱۹۴۲ء

شفیق محترم۔ السلام علیکم! کرم مارنے شرف فرمایا! خدا آپ کی کوششوں

کو بارور کرے۔ میرا سنہ ولادت تقریباً ۱۹۶۰ء ہے۔ اس وقت میری عمر ۴۴-۴۵ سال کی ہے۔ تصانیف؛ حیات نظامی۔ ۲- انارکلی۔ ۳- اسلام کا اثر یورپ پر۔ ۴- طبقات نام۔ ۵- طغات اختر۔ ۶- زرگل۔ ۷- مترجمات۔ ۸- اسلامی کتب خانے۔ ۹- علم و اسلام۔ ۱۰- سپارہ دل۔ ۱۱- علامہ شبلی بھٹیت شاعر (فارسی شاعری) ۱۲- مسلمانانِ سلف میں مطالعہ کتب کا شوق۔ ۱۳- علامہ شبلی بھٹیت شاعر (اردو شاعری) ۱۴- اسلامی کتب خانے اور ان کا نظم و نسق۔

اگر مختصر حالات کی ضرورت ہو تو تحریر فرمائیں۔ امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

احقر قاضی احمد میان اختر

علامہ تاجور نجیب آبادی

ڈبھوڑی

۵ ستمبر ۱۹۴۲ء

حضرت محترم مولانا قبلہ 'سلام مستون' صحیفہ کرامت عزت افزوز ہوا۔ سپاس التفات۔ جو اباً گذارش ہے کہ میرا سن ولادت ۲ مئی ۱۹۶۰ء ہے۔ میرا نام احسان اللہ خاں۔ ذات ڈرائی اور وطن مالو فنجیب آباد (یو۔ پی) ہے۔ لاہور کے مشہور کالج ڈی۔ ایس کالج میں السنہ مشرقیہ کا پروفیسر ہوں۔ اردو مرکز (ایک ادارہ تصنیف و تالیف) کا ڈائریکٹر ہوں۔ اردو مرکز کے زیر اہتمام گئی سال کی محنت سے اردو ادب قدیم و جدید نظم و نثر کا شعبہ دار اور تاریخی ترتیب کے ساتھ انتخاب کر کے ہر شعبہ منجبتہ کو تاریخی و تنقیدی مقدمات اور ہر عہد کے اردو مصنفین کے حالات و تصاویر اور ان کی ادبی حیثیت و تصورات کے ساتھ ۳۶ مجلدات میں شائع کر چکا ہوں۔ یہ مجلدات مدراس اور الہ آباد کی یونیورسٹیوں میں ایف اے اور بی۔ اے کے نصاب میں شامل ہیں۔ الہا میں سے ایک کتاب 'روحِ نظم' لندن

یونیورسٹی کے بی۔ اے آنرز کا اردو کورس ہے۔

لک میں میری تربیت یافتہ جماعت اس وقت تمام اصناف ادب میں جدید ادبی نسل کی رہنمائی کر رہی ہے۔ علم و ادب کی نئی سالہ خدمات کے صلے میں مجھے سنہ ۱۹۴۲ء میں حکومت ہند نے شمس العلماء کا خطاب عنایت کیا ہے۔ دیوبند میں مکمل علوم درسیہ کے بعد لاہور میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل ونشی فاضل کے امتحانات پاس کئے۔ اور اب سفینہٴ حیات تیزی سے رو بہ ساحل ہے۔ میری اجالی زندگی بس یہی ہے۔

آپ نے فرہنگ عامرہ مرتب کر کے فارسی ادب کے لئے ایک ضرورت کی چیز مہیا کر دی ہے۔ اکثر اساتذہ اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ اور ان میں سے ایک میں بھی ہوں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ عنی و عنہم خیر الجزاء۔ والسلام۔
آختم تاجور

مولوی طفیل احمد

ولایت منزل، علیگڑھ

۴ ستمبر ۱۹۴۲ء

کرم بندہ جناب نماں صاحب۔ السلام علیکم۔ برخوردار
محمد احمد کاظمی کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ میرے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جو اب حسب ذیل عرض ہے:

میری تاریخ ولادت ۱۸ دسمبر ۱۸۶۵ء ہے۔ تصانیف سیاسی: حکومت خود اختیاری اور ہندو مسلم مسئلہ کا حل۔ ۲۔ مسلمانوں کا روشن مستقبل تصانیف اقتصادی: مسلمانوں اور مسلمانوں کا مستقبل۔ والسلام

فاکار طفیل احمد

مولوی طفیل احمد کا دہلی قصبہ منگلور ضلع بہار پنپور تھا۔ اور انگریزی مہدیس میں بڑھڑا رہے

راجندر سنگھ بیدی

آل انڈیا ریڈیو لاہور

۸ ستمبر ۱۹۴۲ء

مکرمی تسلیم :- میرا شکریہ قبول فرمائیے۔ میرا نام راجندر سنگھ بیدی ہے۔ میں یکم ستمبر ۱۹۱۵ء کو بمقام لاہور چھاؤنی پیدا ہوا۔ گو میرا آبائی وطن ضلع سیالکوٹ کا ایک غیر معروف گاؤں ہے۔ لیکن لاہور ایک ایسی واویلی عشت ہے کہ یہاں کی لذت آوارگی کے مقابلہ پر۔ عزت زدگان رانسٹو میل وطن آیا۔ اور اب یہیں رہ رہا ہوں۔

میں کچھ زود رقم مصنف نہیں ہوں۔ اس لئے ابھی تک میں نے پڑھنے والوں کو صرف دو مجموعے افسانوں کے بنام "دانہ و دام" (۳۵۴ صفحات) اور "گرہن" (۲۳۰ صفحات) دئے ہیں۔ تمثیلیوں کا ایک مجموعہ اور ایک ناول زیر طباعت ہیں۔ نوازش کے لئے مکر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

بندہ راجندر سنگھ بیدی

اقبال احمد خاں سہیل

اعظم گڑھ

۹ ستمبر ۱۹۴۲ء

محترمی نادت معالیکم۔ سلام نیاز :- پہلے اس امر کا شکریہ قبول فرمائیے کہ جناب نے ارباب قلم کے سلسلہ میں ایک گنام اور گوشہ گیر خموں کو یاد فرمایا۔ اور پھر اس شکوہ کے لئے اعتذار کہ میرے نام کے ساتھ سید کا لقب جو ان دنوں بنوفاطمہ کے لئے مخصوص ہے اضافہ فرما کر میری افتخانت کی توہین کی۔ اگرچہ مذہبی حیثیت سے نسب کی کوئی اخلاقی یا شرعی منزلت نہیں ہے۔

۳۴

ابوہم آدم والامثہ حواء۔ اور نحرِ نسب کا آغاز ابلیس کے اس ادعاے باطل سے شروع ہوتا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو آدم کے مقابلہ میں محض نبی تریح کی بنا پر خلافت کا مستحق قرار دیا تھا۔ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ۔ تاہم معاً فرمایئے گا۔ اگر میں یہ کہوں کہ نحرِ نسب کی ضرورت اس کو لاحق ہوتی ہے جو اور دوسرے طرق پر اس کا محتاج ہو، اور ایک پٹھان کا خود پٹھان ہونا ہی کیا کم ہے کہ وہ بے ضرورتاً سید بنے جائے۔ الحمد للہ یہ نیاز مند اباعن جیل افغانی ہے۔ اس ضروری تشبیہ کے بعد اصل مقصد کی طرف گریز کرتا ہوں اور یہ تعمیل حکم لائحے زحال خویش بیسالوشتہ ام۔ میرے مورث اعلیٰ حسن خاں اضلاع سوات کے باشندے اور یوسف زئی نسل سے تھے۔ حکومت شرقی کے عہد میں جو پورا آئے اور یہیں رہ پڑے۔ وہاں سے میرے پردادا ضیاء الدین خاں مرحوم ۱۸۳۶ء میں اعظم گڑھ آئے۔ اور مختار عدالت رہے۔ انہوں نے ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں میں جس کا نام ”بڑھریا ہے توطن اختیار کیا۔ اس وقت سے ہمارا وطن یہی گاؤں ہے۔

میری تاریخ ولادت ۲۲ جولائی ۱۳۰۶ء ہے۔ نظم کی نسبت نشر سے زیادہ شغف رہا۔ مگر نشر میں کوئی مستقل کتاب شائع نہیں ہوئی۔ البتہ ایک رسالہ مسئلہ ربوا کی تحقیق پر نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوا۔ اور استاد العلام شبلی نعمانیؒ کی سیرت جو اب تک میری بدقسمتی سے تشنہ تکمیل ہے۔ اس کے کچھ اجزاء اور رسالہ اصلاح سرانہ نے بد فعات شائع کئے۔ ”معارف اعظم گڑھ“ میں بنجود موہانی کی ”گنجینہ تحقیق“ پر ریویو لکھی خبروں میں شائع ہوا۔ اور اصغر گونڈوی وغیرہ چند شعراء کے دو ادیبوں کے ساتھ تقریبیں شائع ہوئیں۔

ظاہر ہے کہ وکالت اور ضلع کی وکالت کے ساتھ ادبی مشاغل کا جاری رکھنا شیشہ و سنگ کی بازیگری سے کم نہیں ہے۔ اس لئے جو کچھ سبھی ان حالات ہو سکا میری توقعات سے زیادہ تھا۔ شعر بہت لکھے۔ اور شنوی کے سوا تمام اصنافِ نظم میں طبع آزمائی کی۔ لیکن علیگڑھ کی طالب علمی تک اردو کا کلام کبھی اپنی طرف منسوب نہ کیا۔

اور بجز ہر تعالیٰ اب تک جو کچھ زبانِ قلم سے عربی یا اردو یا فارسی میں تراوش کرتا رہا اس کو غلطی و غمِ انہ شعرا محفوظ نہیں رکھا اور نہ اجاب اربابِ ذوق کے شدید اصرار کے باوجود اشاعت یا طباعت کی پروا کی۔ یوں میری اجازت کے بغیر اجاب کو جو نظمیں ہاتھ آتی گئیں وہ مختلف رسائل میں غلط صحیح شائع ہوتی گئیں اور جو نظمیں کسی کے ہاتھ نہیں لگیں وہ اب میری رسوائی کے لئے ہاتھی نہیں ہیں۔
وجہ یہ ہے کہ اکثر اربابِ سخن شہرت کے طالب ہوتے ہیں اور عدم شہرت پر شکوہ کرتے ہیں کہ

طالع شہرت رسوائے مجنوں بیش است در نہ طشت من داد ہر دو زیک باہم افتاد
گر یہاں احساس بے بقاعتی سے معاملہ برعکس ہے۔
اقبال سیہ نام کیا طالب شہرت ہو وہ ننگ و دو عالم خود رسوائے زمانہ ہے
استاد مرحوم کی وفات کے بعد تو عرصہ تک شاعری سے طبیعت کارہ رہی۔ کہئے،
تو کس کو سنائیے؟

سہیل خستہ نقادان معنی اٹھتے جاتے ہیں
تراغمہ بہار لالہ صحرا نہ ہو جائے
اقبال احمد خاں سہیل

سید الطاف علی بریلوی

علیگڑھ

۹ ستمبر ۱۹۳۲ء

محترمی۔ السلام علیکم۔ گرامی نامہ موصول ہوا۔ آپ کی عنایت کا شکر گزار ہوں۔ میری تاریخ ولادت ۱۰ جولائی ۱۹۰۵ء ہے۔
حیات حافظ رحمت خاں کے علاوہ میری حسب ذیل کتابیں ہیں:
۱۔ مسلمان کی دنیا۔ ۲۔ مسلمانوں کی تعلیمی جدوجہد۔ ۳۔ معرکہ انتخاب جہاد گانہ و

۴۔ ربا حیاتِ عرشی فاروقی۔ ۵۔ تاریخِ فرخ آباد (زیر تالیف) ۶۔ نواب دوندے خاں۔
 ۷۔ صوبہ متحدہ میں مسلمانوں کی ابتدائی تعلیم۔
 اس کے علاوہ "مجلس مصنف علیگندہ" کے سماہی رسالے "مصنف" کا
 ایڈیٹر ہوں۔ امید کہ مزاجِ سامی مع الخیر ہوگا۔
 خاکسار سید الطاف علی

ابوالعلا ناطق لکھنوی

لکھنؤ

۱۰ ستمبر ۱۹۴۲ء

جناب من تسلیم۔ یادآوری کا شکریہ، میری پیدائش کا ۱۸۶۸ء
 ہے۔ اور میرے حالات کتابِ نظمِ اردو کے مقدمات میں ایک صاحب نے تفصیل
 سے لکھدئے ہیں۔
 نواب نصیر حسین خیال کے حالات علامہ جمیل مظہری پلیٹی آفیسر ٹنڈے
 غالباً معلوم ہو سکیں گے۔

ناطق

مہیش پرشاد

ہندو یونیورسٹی بنارس

۱۳ ستمبر ۱۹۴۲ء

محترم و کرم بندہ۔ تسلیم۔ آج نواب کی گرا نمای تصنیف "فرنگِ عامرہ"
 دیکھ چکا ہوں۔ کتاب نہایت ہی عمدہ ہے۔ امید کہ دیگر تصانیف بھی کچھ کم گراں قدر
 اور مفید ہوں گی۔

میرا پیدائش کا سال ۱۸۹۱ء ہے ضلع الہ آباد میں شہر سے شمال و مغرب

کی جانب تقریباً بیسٹا میل کے فاصلہ پر (گنجا پار) فتح پور کا لیٹھان نامی مقام ہے۔
وہی مقام پیدا نش ہے۔ زیادہ زیادہ شکر یہ۔

بندہ ہمیش پر شاہ

(۲)

ہندو یونیورسٹی، بنارس

۲۲ اکتوبر ۱۹۴۲ء

بندہ نواز نے بے حد مسرت ہے کہ آپ ایک ہم کاہن بدل و جاں
لگے ہوئے ہیں۔ میں دریافت کر کے لکھوں گا۔ امید کہ آپ کو معلوم ہی ہو گا:
مرزا رجب علی سرور کا مدفن رام نگر متصل بنارس ہے۔ منشی اقبال بہادر
سحر ہنگامی کا انتقال اتوار، ۲۲ ستمبر ۱۹۴۲ء ہو گیا۔ چند امور کے لئے تصدیق وہ
ہوں۔ آپ نے بہت محنت کی ہے کافی تحقیق سے کام لیا ہے۔ لہذا آپ باسانی
بتلا سکیں گے:

مولوی فخر الدین احمد لکھنوی نے "تفسیر حسینی" کا اردو ترجمہ کیا۔ اس کا نام
"تفسیر قادری" ہے۔ پہلے پہل یہ کس سن میں شائع ہوئی ہے۔ مولوی صاحب کس
سن میں پیدا ہوئے تھے اور کس سن میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ میں نے تفسیر قادری
کا پانچواں ایڈیشن مطبوعہ ۱۸۹۶ء دیکھا ہے۔

مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کاسن وفات ٹھیک ٹھیک کیا ہے۔ کیا انہوں
نے قرآن شریف کا اردو ترجمہ ۱۲۰۵ھ میں ختم کیا تھا۔ وہ ترجمہ پہلے پہل کس
مطبع اور کس سن میں چھپا ہے۔

مولانا شاہ رفیع الدین صاحب نے اردو ترجمہ کس سن میں کیا ہے اور کس مطبع
اور کس سن میں پہلے پہل چھپا ہے۔

اگر مناسب ہو تو ضمیر کے طور پر در سگا ہوں کی تاسیس کا وقت بھی لکھی
کریں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بعض سوسائٹیوں کا بھی ذکر ہے۔ زیادہ والسلام۔

بندہ ہمیش پر شاہ

۴۸

ہندو یونیورسٹی بنارس

۱۹ جولائی ۱۹۲۳ء

بندہ نواز تسلیم! نصف ملاقات کے بدلے پوری ملاقات کا خیال تھا۔ ہاتھرس کے پاس کئی دنوں تک رہا۔ ارادہ تھا کہ خورجہ پہنچ کر نیاز حاصل کروں مگر پورا نہ ہوا۔

اجمیر۔ آگرہ۔ متھرا۔ بندرا بن کے سفر نے بہت پریشان کیا۔ خدا مالک ہے۔ آئندہ کسی وقت نیاز حاصل کروں گا۔ آپ کی گراں بہا تصنیف کا کیا حال ہے۔ احقر العباد ہمیشہ پرشاد

کیم نومبر ۱۹۲۳ء

بندہ نواز تسلیم! کل میں بخیریت تمام بنارس پہنچ گیا۔ مشرپریم چند جی بخیریت ہیں۔ سلام کہتے ہیں۔ آپ کی کتاب کے بڑے مداح ہیں۔ میں آپ کی مہربانی کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اپنے والد ماجد صاحب کی خدمت میں بہت بہت سلام پہنچائے گا۔

انشاء اللہ کوشش کروں گا کہ پھر کبھی حاضر ہو جاؤں۔ باقی خیریت ہے۔

بندہ ہمیشہ پرشاد

آل احمد سرور

علی گڑھ

۱۶ ستمبر ۱۹۲۲ء

کرمی تسلیم! مختصر طور پر اپنے حالات لکھتا ہوں۔ میں ۱۹۱۱ء میں بدایوں میں پیدا ہوا۔ اس حساب سے اب تقریباً ۳۱ برس کی عمر ہے۔ ایک

مجموعہ کلام "سلسبیل" کے نام سے ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد متفرق تنقیدی اشارے "شائع ہوا ہے۔ اقبال کی شاعری پر ایک کتاب زیر ترتیب ہے۔ جو انشاء اللہ اگلے سال تک شائع ہوگی۔ مضامین کی تعداد اس مختصر خط میں بیان کرنا مشکل ہے۔ امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

نیاز مند آل احمد سرور

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی

سینٹ اسٹیفنس کالج

۲۰ ستمبر ۱۹۴۲ء

کرمی۔ زاد عتای حکم۔ سلام مسنون کے بعد گزارش ہے کہ آپ کا نوازش نامہ موصول ہوا۔ پچھلا گرامی نامہ مجھ تک نہیں پہنچا۔ آپ نے جو حالات دریافت فرمائے ہیں۔ میرا نام اشتیاق حسین قریشی ہے۔ میرے نام کے ساتھ چشتی لکھنا درست نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ناشر یا مکتبہ سے غلطی ہوئی ہے۔

سال ولادت ۲۰ نومبر ۱۹۰۷ء ہے۔ میں قصبہ پٹیالی ضلع ایٹہ مالک متحدہ میں پیدا ہوا تھا۔ یہ پڑانا قصبہ حضرت امیر خسروؒ کا بھی مولد تھا اور تاریخ میں مشہور ہے۔ ملا عبد القادر بدایونی بھی اس قصبہ میں فاضل عرصہ تک مقیم رہے۔

میں نے اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوا سے انٹرنس سینٹ اسٹیفنس کالج دہلی سے بی۔ اے اور ایم۔ اے پاس کیا۔ تھا اور سڈنی سکس کالج سے پی۔ ایچ۔ ڈی کیا۔ میرا مضمون تاریخ ہے۔ میں اس کالج میں شعبہ تاریخ کا صدر ہوں۔ یاد آوری کا شکر یہ۔

مخلص اشتیاق حسین قریشی

محمد سحی تنہا

بیم باغ - میرٹھ
۲۱ ستمبر ۱۹۳۲ء

کرمی۔ السلام علیکم؛ گرامی نامہ وصول ہوا۔ ممنون فرمایا۔ بچو اب
عرض ہے۔ سال ولادت غالباً ۱۸۸۷ء یا ۱۸۸۸ء ہے۔ بزرگوں کا وطن قصبہ
سوئی پت ضلع کرنال ہے۔ لیکن ایک عرصہ سے قصبہ شاہ پور ضلع مظفرنگر میں
ہم لوگ آباد ہیں۔ میری پیدائش وہیں ہوئی ہے۔ لیکن تعلیم و تربیت میرٹھ اور
علی گڑھ میں ہوئی ہے۔ اور اب میرٹھ کو ہی وطن سمجھنا چاہیے۔ اگرچہ آپ نے
دریافت نہیں فرمایا لیکن میں از خود جناب کی آگاہی کے لئے تحریر کئے دیتا ہوں
میری تصنیفات یا تالیفات و تراجم حسب ذیل ہیں جو شائع ہو چکی ہیں:

- ۱۔ شاعرانہ خیالات (انگریزی نظموں کا اردو نثر میں ترجمہ) ۲۔ میر المصنفین
دو جلدوں میں۔ ۳۔ خیالات اور نمٹ (واشنگٹن ارونگ کے چند مضامین کا ترجمہ)
۴۔ تاریخ مغربی یورپ (ڈاکٹر ابن سن کی کتاب کا ترجمہ) ۵۔ تاریخ امریکہ۔
امید ہے کہ آپ سے متعلقین بخیریت ہوں گے۔

نیاز مند محمد سحی تنہا (بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی) وکیل میرٹھ

مفتی کفایت اللہ

انھی المحترم جناب محمد عبداللہ خاں صاحب خوشگی۔ دام مجدکم۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جناب کے استفسارات کا جواب عرض کرتا ہوں۔
میرا سن ولادت غالباً ۱۲۹۳ھ ہوگا۔ جو ضبط تحریر میں تو نہیں لیکن میری عمر کے
اس تخمینے کے تحت ہے جو میں نے کیا ہوا ہے۔

میں ۱۳۱۵ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر نکلا ہوں۔ میرا وطن

شہر شاہجہاں پور ہے۔ جو یو۔ پی کی قسمت روہیلکھنڈ کا ایک قدیم شہر ہے۔ او
اب چالیس سال سے دہلی میں قیام ہے اور تقریباً دہلی ہی وطن بن چکی ہے۔
حضرت مخدوم محترم مولانا عبدالرحمن صاحب کامزاج گرامی کیسا ہے
اور وہ کہاں تشریف فرما ہیں۔ خورجہ میں تشریف فرما ہوں تو میرا سلام عرض
کریں۔ اور حضرت والدہ ماجدہ محترمہ کی خدمت میں بھی۔ بھائیوں سے
بھی سلام فرمادیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ

(دھڑا کمانہ ۲۲ ستمبر ۱۹۳۲ء)

(۲)

کشمیری دروازہ دہلی

۱۴ ذیقعدہ ۱۳۶۵ھ

جناب محمد عبداللہ خاں صاحب خوشگئی دام مجدیم۔ السلام
علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے خط سے حضرت مولانا مولوی مفتی محمد عبدالرحمن
خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی کیفیت معلوم ہوئی۔ سخت صدمہ
ہوا ملال ہوا۔ حضرت مولانا بزرگوں کی جماعت کے ایک ممتاز رکن تھے۔ اور
آپ کا وجود خیر و برکت کا منظر تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
حق تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین حضرت والدہ
صاحبہ محترمہ کی خدمت میں بھی میرا سلام اور تعزیت مسنونہ عرض فرمادیں۔
(مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۲ء)

محمد کفایت اللہ کان اللہ

صلیب اشعر

۲۲ ستمبر ۱۹۳۲ء

کرمی۔ السلام علیکم۔ حسب الارشاد تاریخ پیدائش اور نام
ارسال خدمت ہے۔ یکم جنوری ۱۹۱۹ء مطابق ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

یوم چہار شنبہ۔ پورا نام حبیب احمد اور تخلص اشعرے لیکن عام طور پر حبیب اشعرے کے نام سے لوگ جانتے ہیں۔ امید کہ آپ مع انجمنوں گے۔ والسلام مع الاکرام۔
نیاز آئیں حبیب اشعرہ دہلوی

اوپندر ناتھ اشک

آل انڈیا ریڈیو دہلی

محترمی خاں صاحب! مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل نہ کر سکا۔ بات یہ ہے کہ پہلے خط میں آپ نے لکھا تھا کہ میں دہلی آ رہا ہوں۔ آپ آئے بھی لیکن آپ سے نیاز حاصل نہ ہو سکے۔ میں شاید سٹوڈیوز میں ہوں گا۔ مجھے افسوس ہے، بہر حال اب تعمیل ارشاد کرتا ہوں۔

میں جالندھر شہر میں ۱۴ دسمبر ۱۹۱۹ء کو پیدا ہوا۔ شروع شروع میں یعنی ساتویں آٹھویں جماعت ہی میں پنجابی زبان میں نظم لکھتا تھا۔ کالج میں پہنچ کر میں نے اردو میں نظم لکھنا شروع کیا۔ اور دو چار مشاعروں میں خصوصاً جالندھر کے مشاعرہ گرامی میں غزلیں اور نظیں پڑھتا رہا۔ لیکن ۱۹۳۳ء کے بعد سے میں نے اردو نظم نہیں کہی۔ ۱۹۳۶ء میں اپنی پہلی بیوی کی بیماری میں صرف ایک شعر کہا تھا مہ

انسان سمجھتا ہے کہ تدبیر ہی ہے سب کچھ مجبوریاں کہتی ہیں کہ تقدیر بھی کچھ ہے
۱۹۲۶ء میں میں نے نثر لکھنا شروع کیا۔ اور کالج کے دنوں ہی میں میری کہانیوں کا مجموعہ "نورتن" کے نام سے شائع ہوا۔ ۱۹۳۱ء میں جالندھر سے بی۔ اے پاس کر کے میں لاہور آیا اور "دیر بھارت" اور پھر "بندے ماترم" میں جو نیرائیڈیٹر کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ ۱۹۳۶ء میں میری کہانیوں کا دوسرا مجموعہ "عورت کی فطرت" کے نام سے شائع ہوا۔ جس کا دیباچہ منشی پریم چند نے لکھا۔

۱۹۳۵ء میں اخباروں کی ملازمت چھوڑ کر میں لاہور کالج میں داخل ہو گیا۔ اور ۱۹۳۶ء میں نے ایل ایل بی کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ ۱۹۳۶ء میں ہی میری پہلی بیوی کا انتقال (ایک لمبی بیماری کے بعد) ہو گیا۔ میرا ارادہ سب ججی کے کپیٹیشن میں بیٹھنے کا تھا۔ لیکن اس کی موت کے بعد ایسا اُکھڑا کر میں نے دکالت اور سب ججی کے خیال کو لات مار دی۔ اور ادب کی خدمت میں نحو ہو گیا۔ دو سال تک فری لانسنگ کرتا رہا۔ اس عرصہ میں ہندی میں میرا مشہور ڈراما "جے پراجے" چھپا۔ اور میری کہانیوں کا تیسرا مجموعہ "ڈاچی" شائع ہوا۔ ۱۹۳۹ء کے ستمبر میں پریت نگر ضلع امرتسر چلا گیا اور وہاں "ہندی اردو کی پریت لڑی" کی ادارت کرتا رہا۔ ستمبر ۱۹۳۹ء سے جون ۱۹۴۱ء تک میں وہاں رہا۔ اس دوران میں میری کہانیوں کا چوتھا مجموعہ "کونپل" شائع ہوا۔ جون ۱۹۴۱ء سے میں آل انڈیا ریڈیو دہلی میں ہوں۔

میں ڈرامے زیادہ تر پہلے اردو میں لکھتا ہوں۔ باقی کہانیاں کبھی ہندی میں اور کبھی اردو میں۔ اب تیسرا ناول اردو میں لکھ رہا ہوں۔ اصل میں تو اردو میں ناولوں کا رواج ابھی ہو رہا ہے۔ اور ڈرامے شائع کرنے سے بھی پبلشر جھکتے ہیں۔ نظم آٹھ دس سال سے میں نے اردو میں نہیں کہی ہے۔ اس وقت میری کہانیوں کے دو مجموعے چٹان (تازہ ترقی پسند افسانے) اور پتھنے (رومانٹک افسانے) پریس میں ہیں۔ گرتی دیواریں (سات آٹھ صفحے کا ناول) میں لکھ رہا ہوں۔ اس کے علاوہ "چرواہے" کا مجموعہ تیار پڑا ہے۔

ایک بات کے متعلق شاید آپ کو "کیو یو سی" ہو۔ گزشتہ سال میں نے دوسری اور پھر آٹھ مہینے کے بعد تیسری شادی کی۔ دوسری بیوی سے میری بچھ نہیں سکی۔ میری تیسری بیوی بی بی بی بی ہیں۔ خود بھی کہانیاں لکھتی ہیں اور مجھے بھی مدد دیتی ہیں۔

گرشن چندر آج یہیں ہیں۔ آپ کا خط انہیں مل گیا۔ آج کے بعد وہ آل انڈیا ریڈیو

بوستان قلم

لکھنؤ چلے جائیں گے۔ ان کی تبدیلی ہو چکی ہے۔
(پہڑاک خانہ دہلی ۲۲ ستمبر ۱۹۲۲ء) خاکسار ادیب درنا تھانک

اعجاز احمد اعجاز

نشیں

۱۹ ستمبر ۱۹۲۲ء

مکرمی تسلیم۔ آپ کی یہ علمی کوشش قابل صد ہزار تحسین ہے۔ میرا سال
ولادت اگست ۱۸۹۹ء بروز جمعہ (تاریخ نہیں معلوم ہو سکی) وطن الہ آباد شہر پیدائش
تعلیم و تربیت سب ننھیال میں ہوئی۔ نانا میر سید حسین صاحب فوق مرحوم خواجہ
آتش کے شاگرد تھے۔ ان کی وجہ سے گھر میں علمی واہ بی فضا ملی۔ ابتدائی تعلیم
گھر پر ہوئی۔ بی۔ اے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے اور ایم۔ اے الہ آباد یونیورسٹی سے
کیا۔ اب الہ آباد یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں لکچرار ہوں۔
فہرست تصانیف۔

آئینہ معرفت اردو شاعری میں تصوف
بنیاد اردو درچار حصوں میں صرف و محوم
مختصر تاریخ ادب اردو۔

نئے ادبی رجحانات (ابھی جون ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی ہے) شاعری میں پہلے
اصلاح نانا مرحوم سے لی۔ اس کے بعد جب ان کی آنکھیں جاتی رہیں تو پروفیسر ناصری
سے فیض تلمذ ہوا۔
نیاز مند اعجاز

آقا حیدر حسن

کوہستان جوبلی حیدرآباد دکن
۱۲ شعبان ۱۳۶۱ھ

بوستانِ قلعہ

میرے کرم فرما سلامت رہیں۔ میں کشمیر گیا ہوا تھا۔ پونے چار مہینے بعد واپس آیا۔ میری پیدائش شب آدینہ مغرب کے لگ بھگ بارہ محرم کی ہے دہلی میں نواب موسیٰ خاں کی محل سرائے میں پیدا ہوا۔ اسی روز ہمارے بازار سرکیوالان میں پہلی دفعہ تل میں پانی آیا۔ سرکاری ملازمت کی تاریخ ۲۸ نومبر ۱۸۹۸ء ہے۔

پس پردہ میں جو مضامین ہیں وہ میری طالب علمی کے زمانے کے ہیں۔ اور ۱۹۱۶ء سے شروع ہوئے ہیں۔ میں نے پہلا مضمون "فیروز شاہ کا کوٹلہ" دس سال کی عمر میں لکھا تھا۔ لکھتے وقت ہمیشہ اس کا خیال رکھا کہ قلعہ معلیٰ کی بولی کسی طرح کتابت میں محفوظ ہو جائے۔ کلچر کم زمانی بیگم بنت بہادر شاہ غازی اور مرزا فخر و کی مٹی کے ہاتھوں میری ابتدائی تعلیم ہوئی۔ میری دادی حضرت سے قلعہ میں قرابت قریب تھی۔ میری نانی حضرت اور نواب زینت محل حقیقی بہنیں تھیں، اس لئے ۱۸۵۰ء کے بعد اکثر شہزادیاں ہماری محل سرائے میں آ رہیں۔ اور قلعہ کا نمونہ ہمارا گھر ایک چھوٹے پیمانے پر بن گیا۔ ان کی صحبت میں اردو سیکھی اور لکھی۔ اور انھیں کی زبانی حالات معلوم ہوئے۔

"غذز کی کہانی بڑے بوڑھوں کی زبانی" کے اکثر مقامات رسالوں میں شائع ہوئے۔ بقیہ مصلحتاً محفوظ ہیں۔ قلعہ اور دہلی کے تمدن و معاشرت پر اور محاوروں کہاوتوں پر اکثر مضامین میرے شائع ہوئے ہیں۔ میں نے ہمیشہ لال قلعہ کی بولی کو اپنی تحریروں میں مقدم سمجھا ہے۔ زیادہ نیاز

نیاز آگیس آغا حیدر حسن ابن آغاز صفدر حسن

خواجہ غلام السیدین

۱ نومبر ۱۹۲۲ء

مکرمی تسلیم۔ گرامی نامہ ملا۔ میرے والد مرحوم خواجہ غلام شقلین صاحب

۵

کی پیدائش ۱۸۷۷ء کی تھی۔ سب سے بڑے بھائی مولوی خواجہ غلام الحسن صاحب
مرحوم تھے۔ اور میرے والد منجھلی بھائی تھے۔ ان کا انتقال ۱۹۱۵ء میں ہوا تھا۔
خواجہ غلام الحسن کا انتقال ۱۹۳۷ء میں ہوا۔ ان کی پیدائش ۱۸۶۸ء
کی تھی۔ والسلام

نیاز مند خواجہ غلام السیدین

شوکت تھانوی

آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ
۲۲ ستمبر ۱۹۳۲ء

جناب والا — فرہنگ عامرہ مجکو نہ ملتا تھی نہ ملی۔ ارادہ
ہے کہ اب خرید لوں گا۔ اس سن طلب کے انجام کا انتظار ہے۔
ارشاد صاحب کا اسم گرامی رشید احمد صاحب ارشد تھانوی ہے۔
میرا نام محمد عمر ہے۔ ۲ فروری ۱۹۱۷ء کو بندرا بن ضلع متھرا یعنی کرش
جی کے استھان میں پیدا ہوا۔ بچپن بھوپال میں گزرا۔ ابتدائی تعلیم
بھی بھوپال میں ہوئی۔ کچھ دن علی گڑھ میں تعلیم پانے کے بہانے تفریح
کی۔ پھر لکھنؤ میں رہے۔ اور یہیں تعلیم کو ادھورا چھوڑ کر ۱۹۲۸ء میں روزنامہ
ہمدم لکھنؤ کے عملہ ادارت میں شامل ہو کر سید جاسب دہلوی مرحوم
کی رہنمائی کا شرف حاصل کیا۔ کچھ دن ہمدم کی ذمہ دارانہ ادارت
کا موقع بھی ملا۔ اس کے بعد اردو کے سب سے پہلے روزنامہ یعنی آدھ اخبار
کی ادارت کا چارج لیا۔ دو تین سال کے بعد روزنامہ ”ہند“ کی ادارت

خواجہ غلام الثقلین اپنے عہد کے مشہور انشا پر داز خواجہ عالی کے حقیقی بھائی اور رسالہ
عصر جدید میرٹھ کے ایڈیٹر تھے۔ آپ کا وطن پانی پت تھا۔

دوستان قلم

سنبھالی۔ پھر روزنامہ حق کے علاوہ ادارت میں شامل ہوئے اور آخر میں روزنامہ طوفان کی ادارت کی۔

صحافت سے یکایک آل انڈیا ریڈیو نے اچک لیا۔ اور اب ۱۹۳۸ء سے آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ میں ہوں۔

عاقبت کی خبر خدا جانے

ابھی معلوم نہیں قسمت میں اور کیا کیا لکھا ہے۔ تصانیف کا علم غالباً آپ کو ہو گا۔
احقر شوکت تھالوی

کلیم الدین احمد

خواجہ کلاں پٹنہ ٹی

۲۵ ستمبر ۱۹۴۲ء

کرمی تسلیم: جو باتیں آپ نے دریافت کی ہیں وہ ذیل میں درج ہیں:
سال ولادت ۱۵ ستمبر ۱۹۰۹ء وطن شہر ٹپنہ۔ تصانیف: ۱۔ گل نغمہ ۲۔
اردو شاعری پر ایک نظر ۳۔ اردو تنقید پر ایک نظر ۴۔ اردو زبان اور فن داستان
گوئی۔ ب۔ اردو زبان اور ناول۔ ج۔ اردو زبان اور مختصر افسانے۔ ۵۔ بزم نگار
۶۔ اردو ادب میں طنز اور ظرافت۔ ۷۔ نظیں، عشق ابد، خواب پریشاں، پیاس،
دیکھو وہ گھٹا اٹھی کشتی دنیا، پیاس، ویرانی اور دو تصویریں۔ ۸۔ متعدد مقالے،
تبصرے، نوٹ جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ معاصر اور دوسرے پرچوں میں
شائع ہوئے۔

نواب نصیر حسین خاں صاحب خیال کا سال وفات صحیح طور پر یاد نہیں۔
دریافت کر کے لکھوں گا۔

کلیم الدین احمد

مانی جانی

بلہ ضلع بارہ بنکی
۲۶ ستمبر ۱۹۴۲ء

جناب محترم تسلیم دنیا عرض ہے۔ نامہ گرامی کے جواب میں
بڑی تاخیر ہوئی۔ امید وار معافی ہوں۔ میں کس شمار میں ہوں۔ لیکن آپ کے ارشاد کی تعمیل
میں عرض کرتا ہوں کہ میرا سال ولادت ۱۹۸۸ء ہے۔ تاخیر کے لئے پھر معافی کا امیدوار
ہوں۔ اور آپ کی ادبی خدمات کے حوصلوں کے لئے بحیثیت ایک خادم ادب اردو
شکر گزار۔

نیاز کش کلب احمد۔ مانی جانی

محمد دین فوق

سری نگر، کشمیر
۲۶ ستمبر ۱۹۴۲ء

محترم بندہ جناب خاں صاحب زاد لطفہ۔ اسلام علیکم۔ یاد آوری
کا شکر ہے۔ میری پیدائش بمقام کوٹلی ہر نرآن منزل سیالکوٹ فروری ۱۹۸۸ء کو
ہوئی۔ عمر تقریباً چھیا سٹھ سال ہے۔ وطن گرمیوں میں کشمیر اور سردیوں میں پنجاب
ہے۔ کشمیر میں بمقام سم اور منزل سوپور اور پنجاب میں لاہور ہے۔ کیونکہ جانا دا لاہور
میں بھی ہے اور کشمیر میں بھی۔

حضرت داغ مرحوم سے تلمذ ہے۔ مجھے کتاب تاریخ حریت اسلام پر جو صوبہ
سرحد اور پنجاب کے مدارس میں منظور ہے۔ نرہانی نس بہتر چترال نے طلعت عطا
کیا تھا۔ اور تاریخ کاروشن پہلو پر رد سو روپیہ گجرات کے ایک ہندو رئیس نے عطا
کیا تھا۔ کشمیر کے متعلق نئی کتابیں لکھ چکا ہوں جو ریاست کے سررشتہ تعلیم میں

دوستان قدم

منظور و مقبول ہیں۔ میری کتاب اجازت لیسوں کے حالات واقعی اب نایاب ہے۔ اس میں سوانح زندگی بھی ہیں۔

میں آج کل کشمیر میں ہوں۔ عید الفطر کے بعد انشاء اللہ لاہور جانے کا ارادہ ہے۔
فاکسار محمد دین نون

کرشن چندر

آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ

۲۸ ستمبر ۱۹۴۲ء

محترمی و مکرمی تعلیم و نیاز میں لکھنؤ تبدیل ہو کر آ گیا ہوں مجھے افسوس ہے کہ آپ سے دہلی میں ملاقات نہ ہو سکی۔ لکھنؤ کبھی آئے گا تو ملاقات کا شرف سننے گا۔ مجھے یہاں آئے چند روز ہی ہوتے ہیں۔ سیدھا کشمیر سے آیا ہوں۔ اگر آپ کا خط مجھے کشمیر کے پتے پر ارسال کر دیا جاتا تو آپ کو دوبارہ زحمت گوارا نہ کرنی پڑتی۔ بہر حال میدان نام کرشن چندر ہے والد کا نام ڈاکٹر گوری شنکر جوڑہ۔ ساکن وزیر آباد پنجاب) نظم کبھی نہیں لکھی تاریخ پیش یاد نہیں، مہینہ دسمبر کا تھا اور سال ۱۹۱۳ء۔ امید ہے آپ مع انجیر ہوں گے۔

آپ کا کرشن چندر

امیر احمد علوی

لکھنؤ

۱۳ اکتوبر ۱۹۴۲ء

جناب من تسلیم، میری تاریخ ولادت ۲۳ جمادی الثانی ۱۲۹۶ء ہے۔ میری قصانیف کی فہرست بہت بڑھ گئی ہے۔ مگر ان میں سے چند جو قابل تذکرہ ہیں ان کے نام لکھتا ہوں؛

۱۔ گوتم بدھ۔ ۲۔ یادگار انیس۔ ۳۔ طرہ امیر۔ ۴۔ بہادر شاہ ظفر۔ ۵۔ داستان
زوال۔ ۶۔ شاہانِ مالوہ۔

منشی امیر حسن صاحب تحصیلدار نے کلکٹری تک ترقی کی تھی۔ تین چار سال
ہوئے۔ ان کا انتقال ہو گیا۔ وہ صاحبِ قلم تھے اور ان کی بعض تصانیف طبع
بھی نہیں ہوئی ہیں۔ کاکوری کے مصنفین کے حالات تذکرہ شاہیر کاکوری سے
معلوم ہو سکتے ہیں۔ فقط

فقیر امیر احمد علوی

غلام عباس

۳۴۔ بازارین نئی دہلی

۱۵ اکتوبر ۱۹۲۲ء

محترق و مکرمی۔ تسلیم! آپ کا پہلا گرامی نامہ مجھے تک نہیں پہنچا۔
آپ نے جو پتہ تحریر فرمایا میں پچھلے ڈیڑھ سال سے وہاں نہیں رہتا۔ میں اپنے کو
اس قابل نہیں سمجھتا کہ اردو مصنفین کی صف میں جگہ پاؤں۔ تاہم جناب کی اس
عزت افزائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے تعمیل ارشاد کرتا ہوں۔

۱۱ نومبر ۱۹۲۹ء کو امرتسر (پنجاب) میں پیدا ہوا۔ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۴ء
تک پھول اور "تہذیب النساء" کے ایڈیٹر اور اسٹنٹ ایڈیٹر کی حیثیت
سے کام کیا۔ ۱۹۳۸ء سے "آواز" کی ادارت میرے سپرد ہے۔ آٹھ دس کتابیں
میرے نام سے منسوب ہوئیں۔ جن میں ذکر کے قابل "الحجر کے افسانے" اور
"جزیرہ سخنواران" ہیں۔ اول الذکر واشنگٹن اور وننگ کی سی نام کی کتاب کا
آزاد ترجمہ ہے۔ اور موخر الذکر تصنیف۔

ملاوہ اڑیس ۱۹۲۸ء سے لے کر اب تک متعدد مضامین خصوصاً مختصر افسانے
یرنگ خیال، کارواں، ہاپوں، نگار، ہزار داستان، مخزن، ارب لطیف وغیرہ

بوستان قلم

رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ والسلام۔

فاکسار غلام عباس

مرزا محمد عسکری

عبدالعزیز روڈ، لکھنؤ

۲۰ اکتوبر ۱۹۳۲ء

مکرم و محترم بندہ تسلیم! میں نے ایک مختصر سوانح عمری اپنی لکھی ہے جو تقریباً مہینہ بھر میں تیار ہو جائے گی۔ ایک کاپی ارسال خدمت کروں گا۔ جس سے امور مستفسرہ معلوم ہو جائیں گے۔ جی ہاں! نوادر اور تاریخ ادب اردو میری ہی کتابیں ہیں۔ آپ کی توجہ کا ممنون ہوں۔
تحریر نیشنل بوجہ رعشہ معاف کیجئے۔

نیاز مند محمد عسکری

(۲)

جناب محترمی دکر می تسلیم! میرا سال ولادت ۱۸۶۹ء ہے چھوٹے آغا صاحب کا کچھ حال نہ معلوم ہو سکا۔ افسوس ہے۔ کوشش کرتا رہوں گا۔ والسلام
(بہر ڈاکخانہ لکھنؤ ۳ نومبر ۱۹۳۲ء) محمد عسکری عفی عنہ ۲ نومبر

ل۔ احمد اکبر آبادی

آگرہ

۲۱ اکتوبر ۱۹۳۲ء

جناب مکرم تسلیم نیاز! آپ کا عنایت نامہ ملا تھا۔ جواب بروقت نہ دے سکا۔ معذرت طلب ہوں۔ درحقیقت مجھے منظور نہیں کہ شہر ہوں بہر حال تعمیل کر رہا ہوں۔

۶۲

میراپورانام لطیف الدین احمد ہے۔ پیدائش غالباً ۱۸۸۹ء ہے۔ اور اس وقت تقریباً ۵۳ سال کی عمر ہے۔ وطن مالوفاگرہ ہے۔ اور ہمیشہ یعنی زمانہ واز سے ہے۔ لالہ رخ، انشک، لطیف، نعمات، محبت کافسانہ اور زندگی کے کھیل چھپ چکی ہیں۔ انتقادیات، رسالہ ہندوستانی میں کھیل شائع کی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ دس بارہ مجموعے ابھی تک اشاعت کے منتظر ہیں۔ اس سے زیادہ اور کوئی اطلاع کی ضرورت ہو تو وہ حاضر کی جلتے گی۔ شکریہ۔ والسلام۔

لطیف الدین احمد

سید غلام بھیک نیرنگ

حقانی منزل بلہاران دہلی

۲۵ اکتوبر ۱۹۲۲ء

مکرم بندہ۔ وعلیکم السلام ورحمتہ شہد و برکاتہ۔ میں اسمبلی کے ایک کام سے چار پانچ روز کے لئے یہاں ہوں۔ آپ کا نوازش نامہ انبالے سے ہوتا ہوا کل یہاں ملا۔ آج ہی جواب پیش کرتا ہوں۔

میری پیدائش ماہ ستمبر ۱۸۶۶ء میں ہوئی۔ ماہ رمضان المبارک کی ساتویں تاریخ تھی۔ یہ تاریخ اس لئے خواہ مخواہ بھی یاد رہی کہ حضرت والدہ ماجدہ مرحومہ و مغفورہ اس تاریخ کو میری سالگرہ منایا کرتی تھیں۔

میرا آبائی وطن سندھ ہجری سے موضع دورانہ تحصیل دضلع انبالہ ہے۔ شجرہ خاندانی کی رُو سے اُس سال ہمارے مورث اعلیٰ سید عبدالکریم رضوی ترمذی سے آئے۔ تب سے ہمارا خاندان یہیں رہتا ہے۔

۱۹۰۶ء سے میں نے بوجہ تشغیل و کالت ضلع کے صدر مقام انبالہ میں سکونت اختیار کی۔ دورانہ وہاں سے دس میل پر ہے۔

دوستان قلم

میں کبھی کبھی نثر بھی لکھتا ہوں۔ بعض لوگوں نے ان تحریروں کو پسند کیا۔
مگر اب تو نظم و نثر دونوں متروک ہیں۔ زیادہ تباہ۔ والسلام۔

بندہ غلام بھیک نیرنگ

سید احمد شاہ بخاری (لیپرس)

محترمی: گرامی نامہ شرف صدر در لایا۔ میرا سال ولادت سرکاری کاغذات
میں ۱۸۹۵ء اور فی الواقع ۱۸۹۹ء ہے۔

مستشرقین کی فہرست جو آپ کے پاس مرتب معلوم ہوتی ہے، مکمل نہ سہی
و وسیع ضرور ہے۔ بہتر یہ ہو کہ آپ اس بارے میں مولانا عبدالحق سے رجوع کریں؟
مشکل ہے کہ کوئی شخص ان کی معلومات میں اضافہ کر سکے۔ اس قسم کا علم ایک
محقق ہی کا حصہ ہے جو مولانا عبدالحق ضرور ہیں اور جو میں طبعاً نہیں طبعاً علماء۔

بندہ خاکسار بخاری

(مہر ڈاکخانہ تھانہ دہلی، ۲ اکتوبر ۱۹۲۲ء)

کشن پر شاد کول

لکھنؤ

کرمی تسلیم! میں حلیل تھا اس نے جواب میں دید ہوئی۔ میرے بارے
میں آپ نے جو کچھ دریافت کیا تھا لکھ کر بھیجتا ہوں۔ تر بھون تا تھ بھر کے متعلق مفصل
حالات آپ کو گلدستہ پنچ کی جلد سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

میری تاریخ پیدائش ۱۸۸۵ء وطن آگرہ ہے۔ ۱۹۰۶ء میں بی۔ اے کا امتحان
سینٹ جانس کالج آگرہ سے پاس کیا۔ ۱۹۰۹ء میں انجمن خادمان ہند میں شریک
ہو کر ملکی اور قومی خدمت کا کام شروع کیا۔

۱۹۱۳ء سے لکھنؤ میں سکونت اختیار کی۔ ۱۹۱۳ء سے ۱۹۱۹ء تک اخبار

ہندوستانی "کاڈیٹر" اور "صبح امید" کالاء۔
 تالیفات: ۱۔ گلستہ پنج۔ ۲۔ گوگلے کی تقریں۔
 تصنیفات: ۱۔ انقلاب روس۔ ۲۔ ہندوستان کا نیا دستور حکومت۔
 افسانے اور ڈرامے: ۱۔ شاما۔ ۲۔ مجبور وفا۔ ۳۔ سادھوا اور پیسوا۔ ۴۔ قربانی۔
 ماسوا اردو رسائل میں مختلف موضوع پر مضامین اور مختصر افسانے شائع ہوتے
 رہے ہیں۔ مختصر افسانوں کا ایک مجموعہ زیر ترتیب ہے۔
 احقر کٹرنا پر شاد کول

(مہر ڈاکخانہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۲ء)

سید بادشاہ حسین

حیدرآباد کن

۲۹ اکتوبر ۱۹۴۲ء

مکرمی تسلیم! مندرجہ ذیل باتیں ارسال کر رہا ہوں۔ امید کہ رسید

سے مطلع کیا جائے گا۔

نام سید بادشاہ حسین ولادت ۱۹۱۱ء بمقام حیدرآباد کن (خاص شہر)
 ۱۹۲۹ء سے مضامین نگاری کا شوق ہوا۔ ادبی تنقید، تاریخی مضامین، معاشی
 مقالات، مزاحیہ مضامین کے سوا افسانے اور ڈرامے تقریباً ڈیڑھ سو کی تعداد
 میں لکھے۔

تصانیف: دیوان تاباں۔ میر عبدلحمی تاباں کا نایاب کلام مرتب و شائع کیا۔

اردو میں ڈراما نگاری۔ اردو ڈرامے کی تاریخ۔

ناخواندہ بہان اور دوسرے افسانے۔ چند مزاحیہ افسانوں کا مجموعہ۔
 مسوینی کی آپ بیتی۔ اطالیہ کے مشہور ڈکٹیٹر کی خود نوشت سوانح حیات کا ترجمہ
 مشاہیر ہند۔ حصہ اول۔ ہندوستان کے مشاہیر کے حالات پر تبصرہ۔

اردو انسائیکلو پیڈیا جو بارہ ضخیم جلدوں میں ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد دکن سے شائع ہونے والی ہے۔ اس کے معیار اور عمومی مدیروں میں سے ہوں۔ یہ کتاب بارہ ہزار صفحات پر کم و بیش حاوی ہوگی۔ اس کی ترتیب میں ایک معتدلاً ایک انتظامی کمیٹی کے صدر اور کوئی تین سو سے زیادہ مقالہ نگار و معاون ہیں۔
سید بادشاہ حسین

سعادت حسن منٹو

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز کلیر رڈ ڈوبھی ۸۔

جناب من۔ تسلیم! سچوالہ مکتوب گرامی نگارش ہے کہ میں گیارہ مئی سن آنیس سو بارہ کو "سمرالہ" ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوا۔ جہاں میرے والد صاحب منصفی کے عہدہ پر فائز تھے۔ مارشل لا کے آغاز پر ہم لوگ امرتسر آئے۔ چنانچہ یہیں میرا بچپن اور لڑکپن گذرا۔ میری تعلیم صرف انٹرنس تک ہے میں نے تین دفعہ قیام ہو کر یہ امتحان پاس کیا تھا۔ کالج میں کئی دفعہ داخل ہوا۔ مگر طبیعت میں از حد آوارہ گردی تھی۔ جس کے باعث ڈگری کا کوئی امتحان پاس نہ کر سکا۔
میری تصانیف کی فہرست مندرجہ ذیل ہے:

- ۱۔ منٹو کے افسانے۔
- ۲۔ دھواں — افسانوں کا دوسرا مجموعہ
- ۳۔ جنازے — ڈرامائی مضامین کا مجموعہ۔
- ۴۔ آؤ — ریڈیائی خاکوں کا مجموعہ۔
- ۵۔ منٹو کے ڈرامے — ریڈیائی ڈراموں کا مجموعہ۔

توجہ فرمائی کا شکریہ۔

نیاز کیش سعادت حسن منٹو

(مہر ڈاکخانہ: ۳، اکتوبر ۱۹۲۲ء)

وقارِ عظیم

پالی ٹیک نیک، دہلی

۳۰ اکتوبر ۱۹۴۲ء

مکرمی و محترمی! آپ کے ارادے کا حال معلوم ہو کر بے حد خوشی ہوئی۔
خدا آپ کی سعی مشکور فرماتے۔ میں دسمبر ۱۹۱۱ء میں الہ آباد میں پیدا ہوا تھا۔ اور میرا وطن
تصنہ انڈیا ضلع سہارنپور ہے۔ متعدد درسی کتابوں کے علاوہ میں نے دو چار
چھوٹی چھوٹی کتابیں لکھی ہیں ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ افسانہ نگاری۔ ۲۔ ہمارے افسانے۔ ۳۔ اچھوتی کہانیاں۔ ۴۔ آئینہ قدرت

۵۔ نوا در حیات۔ ۶۔ فسانہ ادب۔

ان کے علاوہ کچھ کتابوں کے ترجمے بھی کئے ہیں۔ جن میں کسی قدر قابل ذکر
"ولز" کی کتاب "اے شارٹ ہنز ٹری آف دی ورلڈ" کا ترجمہ ہے۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ والسلام

نیاز مند وقارِ عظیم

محمود خاں محمود

۳۔ اے۔ اوسبورن روڈ، بنگلور

۳۰ اکتوبر ۱۹۴۲ء

محترم مکرم! السلام علیکم! مزاج گرامی۔ نوازش نامہ موصول

ہو کر باعث تشکر ہوا۔ جو اب عرضِ خدمت ہے:

میرا نام محمود خاں محمود۔ مولد سکندر آباد دکن دکن دکن بنگلور ریاست میسور ہے۔

والد کا تعلق جالندہ کے پٹھان خاندان سے ہے۔ میرے والد صوبہ دار صفدر خاں

ایک فوجی افسر تھے۔ ان کی پیدائش دیلور صوبہ مدراس کی ہے۔ لیکن اب عرصہ

۲۲ سال سے ہم بنگلور میں مقیم ہیں۔

میرا سنا پیدائش ۲۱ جون ۱۸۸۸ء ہے۔

تصانیف: ۱۔ تاریخ سلطنت خداداد میسور۔ ۲۔ تاریخ جنوبی ہند۔ ۳۔

ناول حیدر علی۔

جناب والائے اس نواح کے اردو مصنفین کے متعلق دریافت فرمایا ہے۔
مجھے افسوس ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے۔ آپ کی یاد آوری کا تہ دل سے ممنون
ہوں۔ والسلام۔

نیاز مند محمود خاں محمود

سید محی الدین قادری زور

عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن

جناب محترم خوشگلی صاحب۔ کرم نامہ کا فکر یہ مجھے
بے حد افسوس ہے کہ مصروفیت کے باعث اس سے قبل جواب نہ بھیج سکا۔
ادارہ ادبیات اردو کے مصنفین اور باب قلم کے مختصر سوانح تیار کرانے
میں کافی دیر ہو گئی۔ بہتر ہوتا کہ آپ کو جن جن امور کی ضرورت ہے ان کے اندراج
کے ساتھ ایک مطبوعہ استفسار نامہ ہر ایک کے نام روانہ کر دیتے۔ یا کم از کم میرے
یہاں روانہ فرما دیجئے۔ میں سب سے فائدہ پوری کرالوں گا۔ آپ جانتے ہیں کہ لوگ
اس قسم کے معاملات میں کتنی تن آسانی سے کام لیتے ہیں۔ پھر باب ادارہ کی تعداد
بہت کافی ہے۔ کم از کم پچیس فارم روانہ کر دیجئے۔

مولوی محمد سیدی صاحب تنہا اپنی "سیر المصنفین" کی تیسری جلد شائع کرنا
چاہتے ہیں۔ انہوں نے بھی کئی روز قبل ایسی خواہش کی تھی۔ اور میں نے چند
اصحاب کے حالات بھیجے گا وعدہ بھی کر لیا تھا۔ مگر اب تک کسی نے نہ دیا۔ آپ
کس قسم کی تالیف کر رہے ہیں۔ نوعیت سے مطلع فرمائیے۔ میں آپ کی تمکنا ادا

کرنے کو تیار ہوں۔ اور امید ہے کہ آپ کو اپنے مقصد میں کامیابی ہوگی۔
فارم روانہ فرمائیں گے یا نہیں اس سے مطلع فرمائیے۔ تاکہ میں خود ہی کچھ
انتظام کر سکوں۔ امید کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

مخلص سید محی الدین قادری زور

۶۴۲۹

نصر اللہ خاں عزیز

کرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ افسوس کہ اب تک جواب
کی فرصت نہ ملی۔ معافی چاہتا ہوں۔ میرا سال ولادت فروری ۱۸۹۷ء ہے۔
ہجری ۱۳۱۷ء کا ماہ رمضان تھا۔ وطن ضلع گوجرانوالہ پنجاب ہے۔ مستقل تصنیف
کوئی نہیں ہے۔ صرف ایک ترجمہ ہے امام غزالی کی کتاب "میزان عمل" کا۔ جسے
صوفی کمپنی پنڈی بہاؤ الدین نے شائع کرایا تھا۔

اس کے علاوہ جملہ قلمی ہفتوات اخباروں میں شائع ہوتے رہے۔ جیسے
"مدینہ" اور "مسلمان" جسے اب لاہور سے نکال رہا ہوں۔ والسلام
خاکسار نصر اللہ خاں عزیز

(مہر ٹراکٹ خانہ ۹ نومبر ۱۹۳۲ء)

سید مسعود حسن رضوی ادیب

ادبستان۔ دین دیال روڈ، لکھنؤ

۱۰ نومبر ۱۹۳۲ء

معظمیٰ و محترمیٰ تسلیم۔ گرامی نامے کا جواب ایک مہینے
کے بعد لکھنے بیٹھا ہوں۔ سبب یہ ہوا کہ میں ادھر کئی ہفتے بیمار اور چند روز صاحب
فراش رہا۔ جب طبیعت ذرا درست ہوئی تو وہ ضروری کام جو بیماری کے باعث

بوستانِ قلم

پڑے رہ گئے تھے ان کی انجام دہی نے فرصت نہ دی۔ بہر حال میں اس غیر معمولی تاخیر کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

اردو کے ضلع اناؤ میں نیوتنی کا قصبہ میرے باپ دادا کا وطن تھا۔ مگر میری پیدائش بہرائچ میں اور تعلیم و تربیت لکھنؤ میں ہوئی۔ اور لکھنؤ ہی میرا وطن ہو گیا ہے۔ میری ولادت کی تاریخ ۱۵ محرم ۱۳۱۳ھ مطابق ۲۹ جولائی ۱۸۹۶ء ہے تصنیف و تالیف وغیرہ کے جو نتائج اب تک شائع ہو چکے ہیں ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

تصنیف — ہماری شاعری۔

تالیف — فرہنگ امثال — بوستانِ اردو۔

ترجمہ — امتحانِ وفا

ترتیب — روحِ انیس — فیضِ میر — مجالسِ رنگین — نظامِ اردو —

جوہر سخن جلد دوم۔

نیز میرے بہت سے مضامین مختلف ادبی رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور متعدد مقالات مختلف علمی انجمنوں اور ادبی کانفرنسوں میں پڑھے جا چکے ہیں۔ ان سب کے موضوعات بنی بنیاد پر تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔ یعنی ادبی تحقیق۔ ادبی تنقید۔ لسانی مسائل۔ ان مطبوعہ کاموں کے علاوہ غیر مطبوعہ اور نامکمل کاموں کا اچھا خاصہ ذخیرہ موجود ہے۔ باپ نے اپنے خط میں مجھے اردو کا لکچر لکھا ہے مگر بارہ برس سے زیادہ ہوئے یعنی اگست ۱۹۲۳ء سے میں لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبہ فارسی و اردو کا صدر ہوں۔

آپ کی قابل قدر کتاب "فرہنگِ علامہ" میں نے اب تک نہیں دیکھی۔ براہ کرم اس کی نوعیت، ضخامت اور قیمت سے مطلع فرمائیے۔ اور یہ بھی تحریر فرمائیے کہ لکھنؤ میں وہ کس کتب فروش سے مل سکتی ہے۔ بہرانی فرما کر خط کی رسید سے مطلع فرمائیے۔

نیاز کشی مسعود حسن رضوی

بوستان قلم

سید حسن برنی

بلند شہر
۱۱ نومبر ۱۹۴۲ء

محترمی 'آداب' تاخیر کی معذرت چاہتا ہوں۔ اور مختصر حالات

بھیجتا ہوں:

پیدائش ۱۸۹۲ء۔ تصانیف: ۱۔ البیرونی۔ ۲۔ ضیاء الدین برنی۔ ۳۔ تنقید
قران السعیدین امیر خسرو۔ ۴۔ دلہا کی دو سو برس کی تاریخ (مقالہ اردو اکادمی جامعہ
لمیہ دہلی)۔

مضامین: مختلف اردو رسائل مثلاً اردو۔ جامعہ۔ تاریخ (چند رآباد)
نیز نگ خیال، عالمگیر، ادبی دنیا، شاہکار، ساقی وغیرہ میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے
رہے ہیں۔ والسلام

سید حسن برنی

رضاعلی وحشت

۱۶۔ ویسلی سکندلین کلکتہ
۱۲ نومبر ۱۹۴۲ء

کری و محترمی تسلیم۔ اپنے متعلق چند کلمات تحریر کئے ہیں

اگر مزید تفصیلات کی ضرورت ہو تو ارشاد فرمائیں۔

میراسن ولادت ۱۸۸۵ء ہے۔ ۱۱ نومبر کو شہر کلکتہ میں پیدا ہوا۔ میرے والد
مولوی شمس الدین علی مرحوم تھے۔ لڑکپن ہی میں مجھے شعر و شاعری کا شوق پیدا ہوا۔
میرے استاد مولوی ابوالقاسم محمد شمس خلیف عبدالغفور خان بہادر نساغ تھے۔

۱۹۱۱ء میں میرا دیوان شائع ہوا جس کی نسبت مولانا حالی اور علامہ شبلی

بوستانِ قلم

اور دیگر اکابر عصر نے جو صلہ افزا خیالات ظاہر کئے۔
میں اسلامیہ کالج کلکتہ میں اردو کا پروفیسر تھا۔ اب سرکار سے وظیفہ پاتا ہوں۔
۱۹۳۷ء میں مجھے "خان بہادر" کا خطاب تفویض ہوا۔
مولانا ابوالنصر غلام ٹیپین آہ مرحوم نے کوئی پچیس پچیس سال کی
عمر میں تمنا کی۔

آپ کا خادم رضا علی رحمت

خوشی محمد ناظر

لاہور

۱۶ نومبر ۱۹۴۲ء

مخدومی و مکرچی، یاد آوری کا شکریہ۔ میرے مختصر حالات

حسب ذیل ہیں:

سال پیدائش ۱۸۶۹ء۔ اصل وطن بہریہ والا، ضلع گجرات (پنجاب)۔
گجرات ہائی اسکول سے اینٹری سنس پاس کیا۔ اور بی۔ اے ۱۸۹۳ء میں ایم۔ اے اور
کالج علی گڑھ سے۔ ۱۹۰۷ء سے بہ حیثیت پرنسپل اسسٹنٹ ریویونیو فوٹو گریفر
سٹیٹ سرویس میں داخل ہوا۔ ۱۹۲۲ء میں پنشن پر ریٹائر ہوا۔
ملازمت کے زمانہ میں بھی نظم و نثر کا مشغلہ رہا۔ ایک بسوٹ تصنیف فن تنقید
پر لکھی ہے جو طبع نہیں ہوئی۔ دو حصوں میں میری کتاب "فتمہ فردوس" طبع ہو کر
شائع ہو چکی ہے اور علی گڑھ انسٹیٹیوٹ سے مل سکتی ہے۔

آپ کا مخلص احقر خوشی محمد ناظر (چوہدری خان بہادر)

مولانا ابوالکلام آزاد کے حقیقی بڑے بھائی اور کلکتہ کے ایک نہایت ہونہار صحافت نگار اور ب اور شاعر جن کا
عین عشقوان خیاب میں انتقال ہو گیا۔

سید بشیر حسین زیدی

راپور اسٹیٹ (یو۔ پی) ا

یکم دسمبر ۱۹۲۲ء

جناب محترم تسلیم۔ آپ کا عنایت نامہ اور فرہنگ عامرہ کا ایک نسخہ موصول ہوا۔ اس ہدیہ کا شکریہ قبول فرمائیے۔ چار سال کے مختصر عرصہ میں فرہنگ عامرہ جیسا خوش اسلوب لغت مرتب فرما کر آپ نے ملک کے لئے لائق تائنات خدمت انجام دی ہے۔ تلفظ کا یہ جدید طریقہ بہت آسان اور نو سیکھ اصحاب کے لئے بڑا معین اور مددگار ثابت ہوگا۔

مجھے بھی اس کا اعتراف ہے کہ اردو زبان کی اصلاح و ترقی کے لئے ہمارا صوبہ بہت کم کام کر رہا ہے۔ دوسرے صوبوں میں جو کچھ اور جتنا کچھ کیا جا رہا ہے۔ وہ بھی اردو کی ہمہ گیر صلاحیتوں کی نسبت سے کچھ زیادہ نہیں ہے۔ تاہم یہ زبان جس رفتار سے آگے بڑھ رہی ہے وہ ہمت شکن نہیں۔ اردو زبان کسی کی بنائی ہوئی زبان نہیں ہے۔ یہ خود بخود بنی ہے۔ اور اس میں وہ تمام باتیں موجود ہیں جو ایک زندہ و پائندہ زبان کا جوہر تسلیم کی جاتی ہیں۔ اس لئے موانع کے باوجود یہ بڑھے گی پھولے گی اور پھلے گی۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اس کی سیوا کرنے والوں میں ہمت خلوص اور عزم کی کمی نہ ہو جائے۔

ایک امر یہ بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ اردو حکومت کی زبان کبھی نہیں رہی۔ اس لئے حکومت کے زوال یا ترقی کے دامن سے اس کا زوال یا ترقی وابستہ نہیں ہو سکتی۔ یہ ہندوستان کے عام باشندوں کی زبان ہے۔ اور انہی کے عروج و زوال سے اس کی ترقی یا تنزل کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ لہذا مصنفین کا یہ فرض سب سے اہم ہے کہ اس زبان میں ہلکے ادب کے ساتھ ٹھوس علمی کتابیں بھی پیش کرتے رہیں۔ تاکہ عام ہندوستانیوں کے ذہن میں ارتقائی کیفیت زیادہ شدت کے ساتھ پیدا ہو جائے۔

اور یہ زبان ان کی ترقی تہذیب و تمدن کا ساتھ دیتی رہے۔
 آپ کی ذات بھی انہیں اصحاب میں شمار کئے جانے کے قابل ہے جو اس کو ہندوستانی
 ترقی کے ساتھ ہم آہنگ بنانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ خدا آپ کی کوششوں میں
 برکت دے اور ہماری اس پیاری زبان کو روز افزوں ترقی نصیب ہو۔
 اعلیٰ حضرت بندگانِ حضور پر نور و ام القیام و ملکہم نے کتب خانہ دیکھنے کی
 اجازت عطا فرمادی ہے۔ آپ پرامپور کٹر لیفٹ لاسکتے ہیں۔ اور قبل آمد مجھے تاریخ
 و وقت آمد سے مطلع فرمیں۔

خالسار بشیر حسین زیدی

سید احتشام حسین

لکھنؤ
 ۵ دسمبر ۱۹۳۲ء

محترمی تسلیم۔ گرامی نامہ نومبر میں ملا تھا۔ بعض مصروفیتوں کی وجہ
 سے جواب تردے سکا۔

میری ولادت ۱۹۱۲ء میں ہوئی۔ وطن قبیلہ ماہل ضلع اعظم گڑھ دیوبند
 ہے۔ تعلیم اعظم گڑھ اور الہ آباد میں ہوئی۔ ۱۹۳۸ء سے لکھنؤ یونیورسٹی میں ہوں
 میں نے مضامین کو کئی سو لکھے ہوں گے۔ جن میں افسانے، ڈرامے، تراجم، مضامین
 سیاسی اور معاشی مسائل، معاشرت اور سب سے زیادہ تنقیدیں شامل ہیں۔
 لیکن اب تک کوئی کتاب شائع کرانے کی جرأت نہیں کر سکا ہوں۔ تین کتابیں لکھ
 رہا ہوں۔ دیکھئے وہ کب تک مکمل ہوتی ہیں۔

ان میں ایک کتاب "اردو ادب کا نیا مطالعہ" ہے۔ یہ اردو ادب کی تاریخ نہیں
 بلکہ اس کے رجحانات کا تجزیہ ہے۔

نظیں بھی لکھتا ہوں۔ لیکن امید کم ہے کہ زیادہ نظیں چھوڑ جاؤں گا۔ کیونکہ

بس سال میں دو چار نظیں ہو جاتی ہیں۔ جب محسوس کرتا ہوں تو لکھتا ہوں ورنہ نہیں۔
اب میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ فرہنگ عامرہ اگر آپ اب شائع کرائیں تو
زرا اچھے کاغذ پر شائع ہو۔ تو اچھا ہے۔ اور اگر دو اور باتیں بڑھ سکیں تو بہت مناسب ہوگا۔
۱۔ جن الفاظ کی تذکرہ تائیت مشتبہ ہے ان کی جنس مقرر کرنا۔

۲۔ جس زبان کا لفظ ہو اس کا اشارہ ایک حرف سے کر دیجئے تو بہتر ہے۔ جیسے
’ت‘ ’ف‘ — عربی، ’ترکی‘ فارسی کے لئے۔

یہ میرے مشورے ہیں۔ معلوم نہیں آپ کا کیا خیال ہے۔ میں فرہنگ عامرہ
کو استعمال کر رہا ہوں۔ اور میرا خیال ہے کہ بہت سے لوگ استعمال کر رہے ہیں۔
کیوں کہ اردو میں لغات کی بہت کمی ہے۔ اگرچہ اس میں اردو الفاظ شامل نہیں ہیں
لیکن ضرورت کے لئے بہت کچھ ہے۔

امید کہ آپ میری اس صاف گوئی اور رائے زنی کو ایک علم دوست کی
رائے سمجھیں گے۔

نیاز مند احتشام حسین

مولانا قاری طیب قاسمی

دفتر دارالعلوم دیوبند
۱۳ رذی الحجہ ۱۳۶۷ھ

محترمی و کرمی زاد عنایتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
پچھلے والا نامہ کے جواب میں بیحد تاخیر ہوئی۔ جس کے لئے شرمندہ ہوں۔ اور
معذرت چاہتا ہوں۔ میں ایک عرصہ سے موسمی بخار میں مبتلا تھا۔ اب چند روزے
صحت حاصل ہوئی ہے۔ بستری حالت سے اٹھاؤ مدرسہ کی اہم مصروفیتوں نے
گھیر لیا۔ اور یہ سلسلہ روز بروز شدید و مزید ہوتا جاتا ہے۔ اب عنقریب شوریٰ کا
جلسہ منعقد ہوگا۔

ہوستا با قلم

آپ کا کام اپنی اہمیت کے اعتبار سے دقت طلب بھی ہے اور محنت طلب بھی۔ اب اس کی انجام دہی کی صرف ایک شکل نظر آتی ہے کہ آپ خود دیوبند تشریف لانے کی تکلیف گوارا کریں۔ یا اس کام کے لئے مناسب کسی اور صاحب کو بھیجیں۔ میں بقدر معلومات املاء کے طور پر انہیں کچھ لکھا دوں۔ اس طرح ایک بڑی سہولت یہ بھی حاصل ہوگی کہ یہاں سے دوسرے بزرگوں سے بھی اس سلسلہ میں استفادہ ممکن ہوگا۔ اور انشاء اللہ چند ہی روز میں یہ مطلوبہ مواد جو میرے علم میں ہوگا مدون و مرتب ہو سکے گا۔

ایک سہل صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خورجہ کے جو طلبہ دارالعلوم دیوبند میں مقیم ہیں جیسے مولانا قاری محمد شفیع صاحب کے صاحبزادے یا اور کوئی صاحب جن کو آپ مامور فرمادیں وہ بعد مغرب میری نشستگاہ پر آکر جو معلومات اوس وقت حاصل ہوں ان کی یادداشت قلمبند کر لیا کریں۔

امید ہے کہ آپ میری بات سے اتفاق فرمائیں گے۔ اور گرامی نامہ کے ذریعہ اپنے ارادے کی اطلاع دیں گے۔ والسلام

محمد طیب عفی عنہ (مستتم دارالعلوم دیوبند)

(مہر ڈاکخانہ نمبر ۲۳ ستمبر ۱۹۲۲ء)

(۲)

دفتر دارالعلوم دیوبند

حضرت المحترم زید مجدکم السامی۔! بعد سلام مسنون عرض ہے میں آج ہی صبح سفر سے واپس ہوا تو گرامی نامہ پڑھا۔ حضرت مولانا کے وصال کی خبر سے حد درجہ صدمہ اور تلی تلی ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

انسوس بڑے اور بزرگ اٹھے جا رہے ہیں۔ اور دنیا میں اندھیرا ہوتا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ اور آپ سب حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ہم سب آپ کے اس درد غم میں شریک ہیں۔ میں خود حاضر ہو کر اس صدمہ میں شریک ہوتا لیکن مجبوراً یہ ہوئی کہ ابھی دو ایک دن کے بعد یہاں کی مجلس شوریٰ

کا جلسہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے غیر معمولی مصروفیت ہے۔
ختم قرآن شریف کر کے ایصالِ ثواب کرایا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔
میری طرف سے جملہ اہل بیت کی خدمت میں تعزیت فرمادیکھئے۔ والسلام
بندہ محمد طیب عفی عنہ

(بہر ڈاکخانہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۶ء)

دل شاہجہا پوری

شاہجہا پوری
یکم جنوری ۱۹۲۶ء

مکرمی۔ تاریخ پیدائش محفوظ نہیں۔ عمر تخمیناً ۶ سال۔ شترنگاری
کبھی کبھی مشغول ہے۔

تصانیف: ناول دردِ دل۔ دل سوز۔ دیوانِ نغمہٴ دل۔ ترانہٴ دل۔
رسالہ رہنمائے تعلیم میں "دلِ جبر" شائع ہوا ہے۔ جس میں ادباً نے میری شاعری پر
تنقیدی مضامین لکھے ہیں۔ اعتباراً ملکِ ہندوستان کے ادیبوں نے خطاب
عطا فرمایا ہے۔

دل شاہجہاں پوری

مرزا ادیب

محب گرامی۔ سخت ناوم ہوں کہ آپ کے خط کا جواب بہت دیر
سے دے رہا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ دو ماہ میں بہت پریشان رہا۔ ایک عزیز
ہمیشہ کے لئے دنیا سے رخصت ہو گیا۔ علاوہ ازیں میں سفر میں بھی رہا۔ کیا توقع
رکھوں آپ معاف فرمائیں گے؟

پورا نام دلاور علی۔ تاریخ ولادت ٹھیک طور پر یاد نہیں۔ پہلی جنگِ عظیم کے

ہوستان قلم

ابتدائی سال کے ابتدائی مہینوں میں۔ وطن بالوف لاہور (پنجاب)
فہرست تصانیف: صحرا نورد کے خطوط۔ ۲۔ صحرا نورد کے رومان۔ ۳۔ دنیا کے
آرزو۔ ۴۔ ان داتا۔ ۵۔ موت کاراگ۔ ۶۔ غلاموں کی بغارت۔ ۷۔ ادیب
کے ڈرامے (زیر طبع)
آج کل فلمی ستوریاں لکھ رہا ہوں۔

نیاز مند ادیب

(پہر ڈاکخانہ ۱۵ جنوری ۱۹۲۳ء)

ظفر الملک

لکھنؤ

۲۹ جنوری ۱۹۲۳ء

مکرمی۔ سلام مسنون سے، آپ کو تعارف کی کیا ضرورت تھی۔ کیا آپ
بھول گئے عرضہ بارہ تیرہ سال کا ہوا جب کہ آپ نے ایک مجموعہ رباعیات مرتب
کیا اور مجھے بغرض اشاعت بھیجا۔

افسوس کہ میں آج کل بچہ مصروف ہوں۔ مولوی محمد کبھی تہنا مولف میر
اپنی کتاب کی تیسری جلد مرتب کر رہے ہیں۔ کئی ہفتوں سے ان کے آئے ہوئے خط کا
جواب بھی نہ لکھ سکا۔ آپ اپنا کام کریں۔ امید ہے کہ اپریل تک میں موجودہ مصروفیت
سے نجات پا جاؤں گا۔ اس وقت آپ جو کچھ دریافت کریں گے۔ اپنی معلومات کے بموجب
انشاراً تحریر کروں گا۔ اس وقت صرف اسی پر قناعت کرتا ہوں کہ ظفر الملک، میر تاریخی
نام ہے۔ خاندانی نام اسحق علی ہے۔ وطن کاکوری ضلع لکھنؤ۔ اپنے والد ماجد کی خدمت
میں سلام مسنون پہنچا دیجئے۔ والسلام

خاکسار ظفر الملک

۲۹ جنوری مطابق ۱۳۴۲-۱۳۴۳ء

الیاس برنی

بیت السلام حیدرآباد دکن

۱۴ فروری ۱۹۲۳ء

مشفق و مکرمی۔ علیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ آپ کا عنایت نامہ
آیا رکھا تھا۔ کثرتِ کار کے سبب جواب جلد نہ لکھ سکا۔ معافی کا خواستگار ہوں۔
خاندانی ولادتوں کی یادداشت کہیں کاغذوں میں مل گئی۔ تلاش سے بھی
اس وقت نہ مل سکی۔ چونکہ ہمارے ہاں سالگرہ کی رسم نہیں ہوتی۔ تاریخوں کی
یاد تازہ نہیں رہتی۔ تاہم جو تاریخ درج ہے صحیح کے قریب معلوم ہوتی ہے۔ اگر کوئی
بات معلوم ہو سکی تو متعاقب اطلاع دوں گا۔ امید کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ والسلام
الیاس برنی

فیاض علی

۳۔ پیپل پور ہاؤس یونیورسٹی روڈ لکھنؤ

۵ مارچ ۱۹۲۳ء

محرمی و مکرمی جناب عبداللہ شاہ صاحب تسلیم۔ مجھے
بے انتہا اذیت ہے کہ میں نے اب تک جواب نہیں دیا۔ یہ تاخیر ارادنا تھی بلکہ مجبوراً۔
اب رہی میری مجبوریوں کی تفصیل تو وہ سن کر کیا سمجھے گا۔ میں تو ان سے پریشان
ہوں ہی آپ بھی پریشان ہوں گے۔ اور ان کا یقین بھی شاید آپ کو اس وقت
تک نہ ہو جب تک آپ خود میری مجبوریاں اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔
اگر آپ زندہ دل شخص ہیں تو میرے عذرات فہمفہموں میں اڑادیں گے۔ اور
اگر خرابی صحت یا کسی اور وجہ سے آپ شہیدِ متانت ہو چکے ہیں تو آپ میری معذرت
جبراً تہراً سکر ایسے انداز سے سکر کر خاموش ہو جائیں گے کہ اس تبسم کی تلخی ناقابل

برداشت ہوگی۔

کیا آپ کو یا کسی اور صاحب کو یقین آسکتا ہے کہ اس عجیب و غریب دنیا میں ایک ایسا عجیب و غریب انسان بھی ہے جو بوجہ حکیم الفرصتی کے ہفتہ میں کم از کم ایک مرتبہ کھانا بھول جاتا ہے۔ اور جب بہت بھوک لگتی ہے تو کچھ عرصے تک سوچنے کے بعد اسے یاد آتا ہے کہ بھوک اس لئے زیادہ محسوس ہو رہی ہے کہ آج دن بھر کھانا نہیں کھایا ہے یہ مشقے نمونہ از خردوارے ہے۔ اور یہ سب اس آزاد پیشہ کے طفیل میں جس کا نام دکالت ہے۔ جو مصداق ہے اس مشہور مصرعے کا۔ ع۔

خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

علاوہ اس کے اپنی سوانح عمری۔ طویل یا مختصر۔ اپنے ہی قلم سے لکھنا کچھ ایسی عجیب اور بے باک سی حرکت معلوم ہوتی ہے جس کی ترکیب صرف ہما تما گا ندھی کی سی ناقابل فہم ہستی ہو سکتی ہے۔ ہم ایسے اپنی پرچھائیں سے ڈرنے والے اشخاص نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اگر ہم اپنی گذری ہوئی زندگی بیان کرتے ہوئے صرف ایسے واقعات کا اظہار کریں جن سے سبزا دلوال العز می۔ بلند خیالی اور خوش اطواری کے اور کوئی بات ثابت نہ ہو تو ہم دنیا کے سامنے اس غلط نظریہ کو پیش کرنے کے مجرم ہونگے کہ دنیا میں صرف اچھے ہی آدمی ہر دل عزیز ناول (مثل شمیم اور التور کے) لکھ سکتے ہیں۔ اور اگر ہم اپنے ہی قلم سے اپنے دامن کے بیشمار دھبوں کی مصوری کریں تو دنیا اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے گی کہ صرف بُرے آدمی ہی اچھے ناول لکھ سکتے ہیں۔ غرض کہ آپ کے عنایت نامے نے مجھے ایسی دماغی کشمکش میں ڈال دیا ہے کہ میں گویم مشکل و گرتہ گویم مشکل کی تکلیف وہ منزل میں عرصہ سے پڑا ہوا ہوں۔

آپ فرمائیں گے "آپ عجیب آدمی ہیں۔ سیکڑوں کو میں نے لکھا اور سیکڑوں کے خطوط آئے مگر کسی نے ایسے پہل عذرات نہیں کئے۔ سب نے اپنی مختصر سی سوانح عمری لکھ کر فوراً بھیج دی۔ جن کے پڑھنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ان کی زندگی کا

ہر واقعہ کہہ رہا ہے سہ

بالائے سرش زہو شمتدی سے تانت ستارہ بلندی

میرا جواب یہ ہو گا۔ میں کیا کروں کہ میری زندگی کا کوئی واقعہ ہی قابل ذکر نہیں۔ سچ اس کے کہ ایک تعطیل میں وقت کاٹنے کے لئے کسی اردو میگزین کے واسطے ایک چھوٹا سا رومانی قصہ لکھنے بیٹھا تھا تو وہ ایسا خود بخود بڑھتا چلا گیا کہ ناول ہو گیا۔ اور وہ بھی قریب ۶۰۰ صفحات کا۔ نام اس کا "شمیم" رکھ دیا۔ سہمے ہوئے دل سے پبلک کے سامنے اسے پیش کر دیا۔ خیال تھا کہ بد مزاج اصحاب ناک چڑھا کر سبھیں تان کر کہیں گے۔ یہ آخر آپ کو کیا سوچھی تھی کہ اتنا لمبا چوڑا قصہ لکھ بیٹھے۔ کبھی اور بھی لکھا تھا؟ کس کا دماغ خراب ہوا ہے جو اسے پڑھے گا؟۔۔۔ مگر خلاف توقع نہ معلوم کونسی ادا اس کی عوام و خواص کے دل میں کھب گئی کہ مجھے اخبار والے ناولسٹ کہنے لگے۔ اور یہ سنتے سنتے مجھے بھی ایسی غلط فہمی ہوئی کہ دوسرا ناول لکھنا میں نے اپنا اخلاقی فرض سمجھ لیا اور اس کا نام "انور" رکھ دیا۔ پڑھنے والوں کی پسند کو کیا کہوں۔ جس پر نظر عنایت ہو جائے! کیونکہ دل کے آنے کے اور ہی ڈھب ہیں

لیجئے "انور" بھی پسند آگیا اور ایسا پسند آیا کہ اب اردو ادب لطیف پر جب کبھی ہم کوئی مضمون پڑھتے ہیں تو اپنا نام دیکھ کر شرم آتی ہے کہ آخر ہم پر ناولسٹ ہونے کی ہمت کیوں لگائی جاتی ہے۔ ناولسٹ ہونے کے لئے تو موٹی سی عینک ناک پر اور ایک لمبی سی ڈاڑھی چہرے پر ہونی چاہیے اور ہم ہیں کہ ہمیں مان دو نوا سے خواہ مخواہ کی صند ہے۔ بلکہ بغض للہی ہے۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ ساری دنیا کسی کے خلاف سازش کر کے اسے ناولسٹ کہنے لگے۔ وہ دہمی ناولسٹ ہو تو ناولسٹ ہو جائے گا۔ جیسے اچھے خاصے آدمی کو سب لوگ دیوانہ کہنے لگیں تو وہ بیچارہ شروع شروع میں انکار کرتا ہے۔ بحث کرتا ہے۔ مگر دلت ہے۔ جھنجھلاتا ہے۔ مگر آخر میں

۱۹۱۶ء میں ال ال بی فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ انٹرمیڈیٹ میں یونیورسٹی میں چھٹا نمبر آیا۔ اور اسکالر شپ ملا۔ وکالت ملا ۱۹۱۶ء سے جنوری ۱۹۲۱ء تک فیض آباد میں وکالت کی اور وہاں کے بہترین اور کامیاب ترین وکیلوں میں شمار تھا۔ جنوری ۱۹۲۱ء سے لکھنؤ چلا آیا۔ اب یہاں مزید شہرت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اور بفضلہ کامیابی کے ساتھ۔

شمیم ناول ۱۹۲۳ء میں لکھا۔ ۱۹۲۳ء میں وہ شائع ہوا۔ پہلی مرتبہ۔ اس کے بعد کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ ۱۹۳۶ء میں دوسرا ناول "انور" شائع ہوا۔ دونوں بہت مقبول خاص و عام ہوئے۔ تیسرا ناول لکھ رہا ہوں مگر فرصت کی قلت ہے۔ اور سمجھ لیجئے کہ یہ بھی ایک کرامت ہے بیسویں صدی کی کہ میں نے اتنا لمبا چوڑا خط لکھنے کا وقت نکال لیا۔ فقط

نیاز مند فیاض علی

قاضی سید محمد احمد کاظمی

۲۷۔ کانپور روڈ، الہ آباد
مورخہ ۲۸ اگست ۱۹۳۶ء

برادرِ م۔ السلام علیکم۔ جواب میں دیر ہونے کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ جناب والد صاحب قبلہ کی خدمت میں آپ کے سوالات روانہ کر دئے ہیں اور استدعا کی ہے کہ وہ آپ کو جواب روانہ فرمادیں۔ میرا سال پیدائش ۱۸۹۲ء ہے۔ رہنے والا منگلور ضلع سہارنپور کا ہوں۔ تصنیف صرف ایک ہے۔ مضمون ایسا انتخاب کیا تھا کہ نہ عام فہم نہ عام پسند۔ یعنی تاریخ سکہ و شرح تبادلہ "اس کے علاوہ ایک رسالہ جداگانہ انتخاب کے بارے میں تحریر کیا تھا۔

× مولوی طفیل احمد صاحب مصنف اسلام کاروشن مستقبل وغیرہ۔

بوستان قلم

جناب مولوی صاحب کی علالت کا حال معلوم ہو کر بہت افسوس ہوا خدا
جلد صحت عطا فرماوے۔ اسی کی والد صاحب قبلہ کو بھی بہت تکلیف رہی۔ قسم قسم
کے علاج کرائے بالآخر ہو میوٹھی سے فائدہ ہوا۔ اب بھی جب تکلیف ہو جاتی ہے۔
وہی دوا کھاتے ہیں اور خدا کے فضل سے آرام ہو جاتا ہے۔ والسلام
خالسار محمد احمد کاظمی

ن . م . راشد

محترمی۔ السلام علیکم۔ ممتاز مفتی صاحب کا نام ممتاز حسین مفتی
ہے۔ آپ کی تالیف کہاں تک پہنچی ہے۔ اس کی اشاعت کی کب تک امید ہے۔ میں تو
ہتقریب سمندر پار جا رہا ہوں۔ غریب الوطنی میں آپ کی کتاب دیکھ کر بڑی مسرت ہوگی۔
مخلص راشد

(پہر ڈاکخانہ تھی دہلی ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

عبدالرحمن چغتائی

چابک سواران لاہور۔

۱۳ اکتوبر ۱۹۳۳ء

مکرم و معظّم خان خوشگی صاحب۔ السلام علیکم۔ سب سے
پہلے آپ کی تصنیف "فرنگ عامرہ" میں نے ۱۹۳۸ء میں حیدرآباد کن مکتبہ پرائیویٹ
سے خرید لی اور اس وقت سے آج تک ہر جگہ جہاں موقع ملا اس کی تعریف کرتا رہا۔
اور اکثر یہ سوچتا رہا آپ کو لکھوں کہ آپ نے اس کتاب میں ہندی الفاظ کا حصہ حذف
کر کے بڑا ظلم کیا ہے۔ اگر ایسا ہی کرنا تھا یا آپ کے اصول کے منافی تھا تو میرا خیال

✕ نذر محمد راشد۔

ہے آئندہ یہ حصہ الگ چھپو ادینا چاہیے جس میں کئی ہزار الفاظ اسی صورت سے جمع ہو جانے چاہئیں۔ اس طرح وہ اپنی جگہ ایک لغت بن جائے گی۔ اگر آپ غور فرمائیں تو آج اس کے بغیر اردو کا وجود بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور پھر اسی کے ساتھ ہی تصنیف ذرا وسیع پیمانے پر شائع ہو۔ کاغذ اچھا، سائز بڑا، ہندی کا ضمیر الگ مگر ساتھ ہو تو میرے خیال میں تجارتی نقطہ نگاہ سے اس کی مانگ کئی گنا زیادہ ہو جائے گی اور جو علمی خدمت انجام پا جائے گی اس کی داد خدا دے گا۔

آپ نے جو کچھ دریافت فرمایا ہے یا اپنے خلوص کے ملحوظ رکھتے ہوئے مجھے یاد کیا یہ آپ کی بلند نظری کی دلیل ہے۔ میں نے جو کچھ کیا ہے یا کر رہا ہوں وہ نئی نوع انسان کے لئے ہی سمجھے ورنہ دوسرے ذرائع یہاں اتنے محدود ہیں کہ ایک کم نظر انسان سوا ٹھوکرین کھانے کے کچھ کر بھی نہیں سکتا۔

میری عمر اس وقت چوالیس پتالیس سال کی ہوگی۔ لاہور میں پیدا ہوا لاہور ہی میں بڑا ہوا اور ہو سکتا ہے کہ یہیں مر جاؤں۔ البتہ دو دفعہ یورپ ہوا آیا ہوں اور۔۔۔۔۔ کو جی بھر کر دیکھ آیا ہوں۔ اور اپنے تجربات کی بنا پر ایک کتاب "تہذیب مغرب" کے نام سے لکھ رہا ہوں۔ کہا نہیں جاسکتا کہ وہ مکمل ہو سکے گی بھی یا نہیں۔ ہر حالت میں میری کوششیں جاری ہیں اور جاری رہیں گی۔ چاہے اس کی نیت مکمل ہونے کی نہ ہو۔۔۔۔۔

آرٹ میری زندگی کا مدعا ہے۔ اور شاید ہی ایکنے جہ ہے کہ میرے آرٹ کی حیثیت ہندوستانی فن میں بالکل انفرادی ہے۔۔۔۔۔ مرقع چغتائی، نقش چغتائی کے نام سے دو کتابیں میں نے غالب کے مقصود ایڈیشن کی صورت میں شائع کی ہیں اور ان کے شائع کرنے کا مقصد محض فن کی خدمت کرنا تھا۔ اور ان روایات کو تازہ دم بنانا تھا جن سے کبھی ہماری روحانی اور معاشرتی زندگی زندہ تھی اور میری کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج مغرب کی ہرٹری لائبریری میں اردو کی جو جامع کتاب موجود ہے وہ غالب

کا مصوراڈیشن ہے۔ ہندوستان کا جدید اور قدیم آرٹ اسی پر میں نے کتاب کی صورت میں تفصیلاً تبصرہ کیا ہے۔ اور یہ کتاب کوئی سوائٹین سو صفحات پر ہے۔ آج کل میں عمر خیام کے مصوراڈیشن کے شائع کرنے میں مصروف ہوں۔ اور اگر یہ ایڈیشن میں اپنی انتھک کوششوں سے شائع کرنے میں کامیاب ہو گیا تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں سیری یہ کوشش دنیا بھر میں بیسیوں صدی کی بہترین کتاب کہلائے گی۔ مرقع چغتائی ۱۹۲۸ء میں شائع ہوا تھا۔ نقش چغتائی ۱۹۳۲ء میں مرقع چغتائی کا ایک خاص ایڈیشن شائع کیا گیا تھا جس کی ایک کاپی ایک سو دس روپیہ کو فروخت ہوئی۔

میری زندگی کی ایک "ہوبی" ہے کہ میں جب وقت پاؤں تو مختصر افسانے لکھا کروں۔ اور میرے افسانے اسی طرح سے میرے ہیں جس طرح سے میرا آرٹ میرا ہے۔ اور میرے آرٹ اور میرے افسانوں سے ایک نتیجہ نکلتا ہے کہ میں وقت کے ساتھ ساتھ نہیں بلکہ وقت سے بہت آگے چلا جا رہا ہوں۔ ان میں ترقی پسندانہ ادب ہے۔ تو میرے آرٹ میں بھی یہی جذبہ پایا جاتا ہے۔ میں روایات کا اتنا ہی قائل ہوں جتنا کہ ہر فن کار کے لئے ہونا ضرور ہے۔

افسانوں میں میری ایک کتاب "نگان" کے نام سے تقریباً تیار ہے شائع ہوتے ہی آپ کی خدمت میں بھیجوں گا۔ اسی طرح ایک اور کتاب لکھ رہا ہوں یعنی جنون ہے اور جنون کسی نہ کسی صورت پورا کرنا ہی ہوتا ہے۔ لیکن باوجود ان ادبی مصروفیتوں کے میں نے اپنے فن کے ساتھ کبھی بددیانتی نہیں کی۔ یہ لکھنے کا وقت بس اتنا ہی سمجھے کہ بیکاری کا حل اور جذبات کی ترجمانی ہے۔ ہم تین بھائی ہیں۔ ذاکر عبداللہ چغتائی بھی میرا بھائی ہے۔ جنھوں نے تاج محل پر ایک شاندار کتاب لکھی ہے۔ میرا چھوٹا بھائی عبدالرحیم چغتائی ہے جس نے نقش چغتائی مرقع چغتائی خود چھاپا اور شائع کیا تھا۔ ہم لوگ ہرات سے آئے تھے یعنی ایران سے۔ حافظ لطف اللہ۔ حامدا اور احمد

یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے جامع مسجد دہلی۔ بال قلعہ اور تاج محل ڈزائن کئے تھے۔ میرے والد کا نام میاں کریم بخش تھا۔ ہم سب بھائیوں کی فطرت یہی ہے کہ کچھ خدمت انسانی کرتے رہیں۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

مخلص چغتائی لاہور

(۲)

لاہور

۶ نومبر ۱۹۲۳ء

محترم و معظّم خان خوشگل۔ السلام علیکم۔ آپ کے خلوص اور محبت سے پُر جذبات کا شکر یہ اور دلی شکر یہ۔ پنجاب اب بھی آپ کا ہے۔ پنجاب والے، پنجاب آپ سے دل کھول کر بغل گیر ہو گا۔ اہم اسلم میرے محترم بھائی ہیں۔ وہ بڑے ہی فلیٹ ہیں۔ آپ ان کو ضرور خط لکھئے وہ آپ کو آپ کے خط کا جواب ضرور دیں گے۔ امتیاز علی تاج کو میں جلد ملنے والا ہوں۔ ان کو آپ کی شکایت ضرور پہنچا دوں گا۔ اور کوشش کروں گا کہ وہ آپ کی مدد کریں۔ فرینگ عامرہ کے ساتھ ہندی کاضمیمہ لگانے کی ضرور کوشش کریں۔ کام جو تھا وہ آپ کر چکے ہیں۔ وہ کام واقع میں ایک دفتر ایک جماعت کا کام تھا مگر یہ ہندی ضمیمہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔۔۔ اسی طرح چار پانچ ہزار الفاظ اور بن جائیں گے۔ جن کی اردو کو اشد ضرورت ہے۔ اور ان سے آپ کی تصنیف بالکل نئی اور کئی گنا مفید ثابت ہوگی۔ خدا آپ کے کام میں برکت دے گا۔ آپ نے جو کچھ میرے متعلق لکھا ہے میں ان پر عمل کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا اور دعا کیجئے کہ خدا انجام اچھا کرے اور توفیق دے کہ ہم کچھ اور خدمت انجام دے سکیں۔

لاہور کبھی آنے کا ارادہ ہو تو کم سے کم دس بارہ روز پہلے اطلاع دیں۔ اکثر اور

صحیح تاریخوں کا فیصلہ کر کے آئیں۔ تاکہ لاہور ہونا یقینی ہو جائے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے
اجباب آجاتے ہیں اور ملنے والے لاہور میں نہیں ہوتے۔ ویسے بہت بسم اللہ
خدا ہر مسلمان کو توفیق دے کہ وہ اپنی قوم کی خدمت کیے اور اس دنیا
میں عزت کی زندگی بسر کرے۔ والسلام
مخلص چغتائی لاہور

محمد دین تاثیر

سجلہ

۱۳ نومبر ۱۹۲۳ء

محترمی و مکرمی تسلیمات۔ میری خاموشی کی وجہ میرا یہ اصول ہے کہ
تذکرہ اور دیگر اشتہاری (گنوی معنوں میں) تحریروں سے اجتناب کیا جانا
چاہیے۔ یہ اصول میری اپنی ذات کے متعلق ہے۔ دیگر اجباب کے متعلق التماس
ہے کہ میراجی، عابد علی عابد، سراج الدین ظفر، حفیظ ہوشیار پوری، یوسف ظفر
اور قیوم نظر قابل توجہ ہیں۔ شعرا میں سے اختر ہوشیار پوری اور صوفی بسم بھی اور
عاشق بٹالوی بحیثیت مختصر افسانہ نویس۔

میراجی کے متعلق میری بہترین نظم "مجموعہ کتابستان الہ آباد سے پوری تفصیلاً
حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اس مجموعے میں کئی اور نئے شعرا کے خودنوشت حالات
درج ہیں۔ "نگار" کے غزل نمبر ۱۹۲۱ء میں زیادہ معر لوگوں کے خودنوشت حالات
ہیں۔ اسی طرح "۱۹۲۲ء کی بہترین نظمیں" اس نام کی دو کتابیں شائع ہوئی ہیں۔
ایک مکتبہ اردو لاہور کی طرف سے اور ایک حلقہ ارباب ذوق لاہور کی طرف سے مگر
دونوں میں شعرا کی تاریخ پیدائش نہیں قابل توجہ اسما و ضرور درج ہیں۔ بخالی
آپ نے چراغ حسن حسرت (سندھ باد جہازی) اور پنڈت ہری چند اختر کو شامل
کیا ہے۔ یا نہیں۔ موقر ادیب ہیں اور دونوں دہلی میں مقیم ہیں۔ غلام عباس مدیر

آواز آپ کو ان کا پتہ بتلا دیں گے۔ فیض صاحب بھی دہلی میں ہیں۔ اور ن۔ م۔ ارشد بھی
 آج کل استاد ی شاگردی کا تعلق کم ہوتا ہے۔ البتہ اثر انداز اصحاب کا نام مذکور
 ہوتا ہے۔ چنانچہ کتابستان کی "میری بہترین نظم" میں شعرا نے اپنے حالات میں کچھ
 نام گنوائے ہیں۔ اگر آپ یہ نام شامل کر لیں تو پرانے تذکروں کے انداز کا بدلہ پیدا ہو جائے گا
 اسی طرح ایک کتاب "پنجاب کے شعراء" (کچھ ایسا ہی نام ہے) مرتبہ ڈاکٹر باقر اور نیل
 کالج لاہور میں آپ کو بہت سے لوگوں کے حالات مل جائیں گے۔ والسلام
 نیاز مند تاثیر

جوش ملیحانی

نکو در ضلع جالندھر

۲۴ نومبر ۱۹۴۳ء

کرم فرمائے بندہ زاد استفادہ تسلیمات عرض ہے۔ آپ کا عنایت نامہ
 مرکز تصنیف و تالیف نکو در کے ایک رکن نے میرے پاس پہنچا دیا۔ یہ مرکز اب بند ہو چکا
 ہے۔ یہ بھی عنایت ہے کہ آپ کا عنایت نامہ میرے پاس پہنچ گیا۔
 میرا نام پنڈت لہو رام جوش ملیحانی۔ تلمیذ فصیح الملک حضرت داغ دہلوی
 وطن ملیحان ضلع جالندھر۔ اسی جگہ پرورش پائی۔ تاریخ ولادت یکم فروری ۱۸۸۲ء
 ڈسٹرکٹ بورڈ نکو در میں اول مدرس فارسی رہ کر ۱۹۳۱ء کے دسمبر میں میعاد ہمر کی
 بنا پر ملازمت چھوڑنی پڑی۔ اب رسالہ "رہنمائے تعلیم لاہور" کے حصہ نظم و شجہ ادبیات
 کا ڈیٹریٹوں۔ بال مکتد عرش ملیحانی بی اے میرے اکلوتے فرزند ہیں زیادہ اظہارِ خلوص
 جوش ملیحانی

سید عابد علی عابد

دیال سنگھ کالج

۲۶ نومبر ۱۹۴۳ء

کرمی تسلیم۔ آپ کے گرامی ناموں کا جواب نہ دینے کی وجہ خدا
نخواستہ بے نیازی نہ تھی۔ بیماری اور کردہات روزگار نے پریشان رکھا، اس کے
باوجود تادم ہوں اور طالبِ عفو۔

سوانح یہ طریق اختصار یہ ہیں:

ولادت ۱۹۰۶ء، مقام لاہور۔ تعلیم تربیت پنجاب ہی میں پائی ہے۔ بالخصوص
لاہور میں۔ اس وقت دیال سنگھ کالج لاہور میں شعبہ ادبیات ایرانی کا صدر ہوں۔ اور
پنجاب یونیورسٹی میں فارسی کا استاد ہوں۔

تصانیف مطبوعہ یہ ہیں: ۱۔ قسمت اور دوسرے افسانے ۲۰۔ حجاب زندگی اور
دوسرے افسانے ۳۔ طلسمات (مختصر افسانوں کا مجموعہ) ۴۔ چاندنی (ناول جو
ریڈیو سے نشر ہوا) ۵۔ روپ متی اور دہلی میں قتل عام (دو فیچر جو لاہور
ریڈیو سے نشر ہوئے)۔

میرے ادبی اور انتقادی مضامین برس سالہ جامعہ دہلی 'شاہکار' ادبی دنیا،
نیرنگ خیال اور ہزار داستان میں بکھرے پڑے ہیں۔ جن میں "خیام کا عہد اور اس
کی شاعری" غالب کی فارسی شاعری "شاہ عظیم آبادی" "اقبال کا آرٹ" اور فنون
لطیفہ قابل ذکر ہیں۔

پچھلے دنوں ریڈیو کے نئے بہت لکھا جس میں ایک اور ناول دکھ سکھ سمی شامل ہے۔
اس کام کے سلسلے میں اگر پنجاب کی ادبی روایات یا ادیبوں کی سوانح کے متعلق میری
مدد کی ضرورت ہو تو بے تکلف لکھئے۔

مخلص۔ خیر اندیش عابد علی

چراغِ حسنِ حسرت

دہلی

۲۷ نومبر ۱۹۳۳ء

کرمی سلام علیکم۔ اردو ادب کی تاریخ کیا ہوگی؟ جس میں آپ مجھ ایسے لوگوں کے حالات درج کرنا چاہتے ہیں۔ غالباً آپ کے پیش نظر "نمخانہ جاوید" کے انداز کا کوئی تذکرہ ہے۔ اس قسم کے تذکرے اس لحاظ سے تو مفید ہیں کہ ان کی وجہ سے غیر معروف لوگوں کے حالات محفوظ ہو جاتے ہیں۔ ان کے سوا ان کا اور کوئی فائدہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اگر آپ نے تاریخ ادب لکھنے کا ارادہ کیا ہے۔ تو اسے گوشوارہ یا کھتونی نہ بنائیے۔ بلکہ اردو ادب کے ارتقاء کے دائرہ بحث تک محدود رکھئے۔ اس کے سیاسی اور اقتصادی موثرات کا ذکر کیجئے۔ اور ضمناً ایسے لوگوں کے حالات بھی لکھ ڈالئے جو ادب اردو میں سنگ میل یا نشانِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ اردو میں آج تک کوئی کتاب ایسی نہیں لکھی گئی۔ جس میں ادب کے سیاسی اور اقتصادی عوامل سے بحث کی گئی ہو۔ ہاں شبلی مرحوم کی شعر العجم اس سے مستثنیٰ ہے۔ لیکن شعر العجم کا موضوع بحث فارسی شاعری ہے۔ ادب اردو ابھی تک اسی قسم کی کسی تنقیدی کتاب سے محروم ہے۔ یہی بحث ہے۔ اور فرصت چاہتا ہے بہر حال میں اپنے مختصر حالات لکھتا ہوں۔ لیکن بعض ازراء امتثال امر۔ ورنہ ظاہر ہے کہ میرے حالات تاریخ ادب جیسی کتاب میں جگہ پانے کے ہرگز مستحق نہیں۔

وطن مالون کشمیر ہے۔ میں کشمیر کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں جو بارہ مولہ سے تقریباً دس میل کے فاصلے پر (مغرب کی طرف) واقع ہے۔ پیدا ہوا۔ چراغِ حسنِ تاریخی نام ہے۔ عمر کا ابتدائی حصہ پونچھ میں گزر رہا جو کشمیر کے توابع میں ایک چھوٹی سی ریاست ہے۔ وہیں ابتدائی تعلیم بھی پائی۔ ذوق شعر ابتدا سے ہے۔ میرے والد شیخ بدرالدین فارسی اور کشمیری دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ میرے نانا منشی حسن علی خاں اردو کے

شاعر تھے۔ لیکن زیادہ تر نعت گوئی کا شوق تھا۔ ان دنوں کے علاوہ ابتداً ابتداً میں جن لوگوں سے متاثر ہوا۔ ان میں ایک منشی صادق علی خاں تھے۔ جو پونچھ میں اسلامیہ اسکول کے ہیڈ ماسٹر اور "محزن" کے ابتدائی دور کے لکھنے والوں میں سے تھے۔ دوسرے صاحب خان بہادر احمد دین تھے۔ جو مدت تک ایران کے برطالیوی سفارت خانے سے متعلق رہے تھے۔ وہ خود تو شعر نہیں کہتے تھے۔ لیکن شعر نہیں کا بہت اچھا ذائقہ رکھتے تھے۔ پونچھ میں وہ حج مقرر ہوئے اور کئی برس وہاں رہے۔ میں نے ایک مرتبہ فارسی میں ایک قطعہ لکھا جس میں انہیں مخاطب کر کے یہ شعر کہا تھا

مرا بہ تست ہماں نسبتے کہ عرفی داشت

بہ نکتہ عنینج یگانہ حکیم گیلانی

یہ آج سے بیس برس اُدھر کی بات ہے۔ وہ زمانہ میری جہالت اور نادانی کا زمانہ تھا۔ میرے نزدیک اس قسم کی تعلیمی نہایت معیوب چیز ہے۔ میں کچھ دیر مختلف اسکولوں میں شجر رہا۔ ۱۹۲۵ء میں اخبار نویسی اختیار کی۔

اخبار نویسی کی ابتداء کلکتہ سے ہوئی۔ پہلے مولانا شافی احمد عثمانی کے اخبار عصر جدید میں کام کرتا رہا۔ پھر کچھ دن نئی دنیا اور جمہور وغیرہ کی ادارت کی۔ آفتاب کے نام سے ایک ادبی رسالہ بھی نکالا۔ جو تقریباً ڈیڑھ برس چل کر بند ہو گیا چند دن مولانا ابوالکلام آزاد کے اخبار پیغام میں بھی کام کیا۔ ۱۹۲۹ء کے آغاز میں لاہور چلا آیا۔ پہلے زمیندار۔ پھر احسان۔ شہبازہ وغیرہ سے تعلق رہا۔ کلکتہ میں "کولبس" کے نام سے فکاہی کالم لکھتا تھا۔ لاہور میں "سندباد جہازی" کے نام سے مدت تک مضامین لکھتا رہا ہوں شکر بھی کہتا رہا ہوں۔ لیکن طبیعت کار جہان زیادہ تر غزل کی جانب ہے۔ اس کے علاوہ سیاسی نظمیں بھی کہی ہیں۔

حسب ذیل کتابیں چھپ چکی ہیں:

مطاببات۔ اخباری مضامین ہیں جو ایک صاحب نے جمع کر کے چھاپے ہیں۔
کیلے کا چھلکا۔ یعنی مزاحیہ اور نیم مزاحیہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ جن میں اکثر شیرازہ

میں چھپ چکے ہیں۔

روڈاکٹر — ڈاکٹر عالم اور ڈاکٹر سیتہ پال کی سوانح ہیں۔
مردم دیدہ — جن مشہور لوگوں سے زندگی میں ملاقات ہوئی ہے ان کے حالات
ہیں۔ میری تصانیف میں صرف یہی ایک کتاب کی قدر قابلِ اہمیت ہے۔

جدید جغرافیہ پنجاب — پنجاب کی سیاسیات پر طنز ہے۔

حیاتِ اقبال — طلبہ کے لئے اقبالؒ کے حالات آسان زبان میں۔

بچوں کے گیت — نظموں کی چھوٹی سی کتاب ہے۔

ہندو دیومالا — ہندو دیومالا کی کہانیاں ہیں۔ کتاب زیرِ طبع ہے۔

سرگزشتِ اسلام — چار جلدوں میں مسلمانوں کے عروج و زوال کی مختصر

تاریخ ہے۔ جو پنجاب کے اسلامیہ اسکولوں کے نصاب میں شامل ہے۔

اور بھی کئی چھوٹی چھوٹی کتابیں لکھی ہیں۔ اس کے علاوہ تین چار سال تک

شیرازہ نکالتا رہا ہوں۔ جس میں بیشتر طنزیہ اور مزاحیہ مضامین ہوتے تھے۔ رسالے

کے زیادہ تر مضامین نمود لکھتا تھا۔ میری کئی کتابیں پہلے شیرازہ ہی میں بالاقساط

چھپیں اور پھر کتابی صورت میں جمع کر دی گئیں۔

لیجئے میرے حالات ختم ہو گئے۔ میں نے گیت بھی لکھے ہیں۔ اور بعض ان میں خالص

مقبول بھی ہوئے ہیں۔ لیکن ان کا کوئی مجموعہ نہیں چھپا۔ اور اب مجموعہ چھاپنے کے بھی کیا کرونگا

زمانہ بدل چکا ہے لوگ ہیں۔ نیا انداز ہے۔ اس ہنگامے میں مجھ ایسے لوگوں کی بات کون سنتا

ہے؟ میں اگر ان لوگوں کی یولی بولنے لگوں تو لوگ منہ نہیں گے کہ اس بڑھے کو کیا ہو گیا!

نیاز مند حسرت

شیر محمد اختر

۵۸ ٹیمپل روڈ، لاہور

۱۳ دسمبر ۱۹۲۳ء

محترمی و کرمی۔ سلام مسنون۔ آپ کے گرامی نام کے لئے شکریہ۔
آپ کے ارشاد کی تعمیل کرتا ہوں۔

سال پیدائش ستمبر ۱۹۱۰ء وطن گجرات (پنجاب)
تصنیفات:

افسانے۔ "سائے"۔ "بھنور"۔ "بادلوں میں"
ڈرامے۔ "واہمہ"

نفسیات۔ "احساس کتری"

ذیل کے جرائد میں میرے مضامین طبع ہوتے رہے ہیں:

- ۱۔ ادبی دنیا لاہور۔ ۲۔ جامعہ دہلی۔ ۳۔ ادب لطیف لاہور۔ ۴۔ ہالیوں لاہور۔ ۵۔ شاہکار لاہور۔ ۶۔ تہذیب النساء لاہور۔ ۷۔ ہندوستان بمبئی۔ ۸۔ آواز نسواں دہلی۔ ۹۔ ساقی دہلی۔
- نفسیات میرا دلچسپ موضوع ہے۔ چنانچہ میرے افسانوں میں یہی چیزیں منظر کا کام دیتی ہے
نیاز مند شیر محمد اختر

کامریڈ باری

لاہور

۸ ستمبر ۱۹۳۳ء

نام: باری۔ تاریخ پیدائش: ۸ ستمبر ۱۹۰۵ء مقام پیدائش: کلانور ضلع گورداسپور
ابتدائی تعلیم: مدرسہ تعلیم القرآن۔ لائل پور۔ وطن: لائل پور
فہرست تصانیف: انقلاب قرآن۔ "کمپنی کی حکومت"۔ "پیار" ایک ڈرامے کا
ترجمہ (کارل مارکس)۔ "میشن اور مزدور"۔ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) تاریخ کیا ہے؟
صحائف و جرائد کے لئے بہت کم لکھتا ہوں۔

نیاز مند باری

سید شفیع الدین ناکارہ

نظام شاہی حیدرآباد دکن

۱۶ مارچ ۱۹۲۲ء

کرمی السلام علیکم۔ یاد آوری کا شکریہ۔ آپ نے جس کام کا بیڑہ اٹھایا ہے اس کی کامیابی کا متمنی ہوں۔ فرہنگ عامرہ جس پایہ کی کتاب ہے۔ امید ہے کہ زیر ترتیب کتاب بھی بلند ترین معیار کی ہوگی۔

ناچیز کا وطن الوف حیدرآباد دکن ہے۔ صحیح تاریخ ولادت خود مجھے بھی کچھ نہیں معلوم۔ اس لئے کہ سن عین ہیں ہجری۔ عیسوی اور فصلی اور آدمی کی تاریخ ولادت چاہے کچھ ہی ہو اس کی عمر ایک نہیں رہتی بلکہ تین ہوتی ہیں ہجری کے لحاظ سے ایک، عیسوی کے لحاظ سے ایک اور فصلی کے لحاظ سے ایک۔ اب آپ ہی بتائیے کہ جب تثلیث کے عمل کا عمر بھر ساتھ ہے وحدت کی توقع عیش ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اسکول و کالج اور سرکاری ملازمت کے لئے کوئی نہ کوئی تاریخ ولادت ضرور لکھانی پڑتی ہے۔ اب یہ آپ کے اختیار تمیزی پر ہے کہ تاریخ صحیح لکھائیں یا جھوٹی جھوٹی یعنی گھٹا کر لکھائیں تو اس میں البتہ فائدہ ہی فائدہ ہے۔ چنانچہ ناچیز نے بھی یہی کیا جو کہ صحیح تاریخ کی اپنے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی۔ اس لئے اسکول کے رجسٹر میں تاریخ انداز سے درج کرا دی اور وہ ہے۔ ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۰ء

آپ اہل قلم کے نو گوشائع نہیں کر رہے ہیں۔ اس لئے میں جناب کی اس فرود گذشت کی تلافی کئے دیتا ہوں۔

چیزے کہ بے سوال رسد وادۂ خدا ہست

چنانچہ ناچیز کا علیہ مبارک یہ ہے: گندمی رنگ چھوٹی چھوٹی آنکھیں، ستواں ناک چوڑی پیشانی اور بااوں کے بھڑنے کے عمل سے یہ شاہ راہ اور چوڑی ہوتی چلی جا رہی ہے۔ نہایت نازک پتلی پتلی انگلیاں آرسٹوں کی ہی، قد چھ فٹ وزن

ایک سو چالیس پونڈ، دائیں گال پر ڈیڑھ انچ لمبا آپریشن کا داغ (یا درکھئے) چہرے کا داغ بد نصیب ہندوستان میں نہیں، نہ سہی، جرمنی میں خوبصورتی اور مردانگی کی علامت سمجھا جاتا ہے! ڈاڑھی نڈارو یہ مطلب یہ کہ سرے سے غائب ہی نہیں بلکہ فیشن کا انتظام صفائی ہر دوسرے تیسرے جاری رہتا ہے۔ اور چونکہ جوانی کے عالم میں بھی بال نزلہ کے مارے سفید ہونے لگے ہیں۔ اس لئے یہ عین ممکن ہے کہ مستقبل میں ڈاڑھی کے ساتھ مونچھوں کا صفایا بھی کرنے لگوں گا تاکہ لوگ بوڑھا نہ سمجھیں ہاں یہ تو لکھنا بھول ہی گیا نظام کالج حیدرآباد جس کا تعلق مدراس یونیورسٹی سے ہے، اس میں بی۔ اے تک تعلیم پائی ہے۔

تصانیف میں ایک ہی تصنیف ہے، اس کا نام ہے ”صدائی“ (مزاحیہ افسانوں کا مجموعہ) لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک بیوی اور ایک تصنیف کا قائل ہوں تعدد از دواج کی طرح تعدد تصانیف کا قائل ضرور ہوں لیکن کاغذ کی گرائی کی وجہ سے ہمت نہیں پڑتی۔

باقی سب خیریت۔ البتہ آج کل ذرا تبخیر معده اور احتلاج قلب کے مرض میں مبتلا ہوں۔

ناچیز محمد شفیع الدین ناکارہ

یوسف ظفر

محترمی۔ سلام مسنون۔ میں پچھلے دنوں سے صاحب فرمائش ہوں اور میری مجبوریاں کوتاہیوں کا رنگ اختیار کر رہی ہیں۔ معذرت چاہتا ہوں۔ اسی پہنچنے میری پہلی تصنیف زندان شائع ہوئی ہے جس کے مقدمے میں میں نے اپنے مفصل حالات کا خاکہ سا پیش کیا ہے۔ آپ نے مختصر اوریات فرمایا ہے۔ عرض کئے دیتا ہوں۔

نام محمد یوسف۔ تخلص ظفر۔ تاریخ ولادت یکم دسمبر ۱۹۱۲ء۔ وطن مالوف

گوہر اتوالہ (پنجاب)۔ دوسرا مجموعہ زہر خند زیر طبع ہے۔ سالہ ۱۹۲۹ء سے شعر کہہ رہا ہوں۔ لیکن رسائل کی دنیا میں سب سے پہلے سالہ ۱۹۲۷ء سے آیا۔ اس کے پس منظر میں یہ احساس تھا کہ مجھے اپنی انفرادیت کا حامل ہونا چاہیے۔

نیاز کیش یوسف ظفر

(مہر ڈاکخانہ ۲۲ مارچ ۱۹۳۳ء)

اختر انصاری

اعاظ اودے برے سنگے علیگڑھ

۵ ستمبر ۱۹۳۳ء

محترمی و محذومی۔ سلام شوق سے مزاج گراچی۔ شرمندہ ہوں کہ جواب میں چند روز کی تاخیر ہوئی۔ میرا مولد و منشا اور آبائی وطن بدایوں ہے والدین نے محمد اختر نام رکھا تھا۔ تاریخ پیدائش یکم اکتوبر ۱۹۱۹ء (ایک ہزار نو سو نو) والد مرحوم (ڈاکٹر محفوظ اللہ) سرکاری ملازمت سے مستعفی ہو کر دہلی میں مستقل طور پر حکومت پذیر ہو گئے۔ چنانچہ دو تین سال کی عمر سے لیکر بائیس سال کی عمر تک مسلسل دہلی ہی میں رہا۔ وہیں تعلیم و تربیت کے منازل طے کئے۔ اس لئے دہلی کو اپنا وطن خیال کرتا ہوں۔

میں گزشتہ تیرہ برس سے اردو نظم و نثر لکھ رہا ہوں۔ نظم میں میں نے غزلیں بھی کہی ہیں، ردمانی اور عنائی نظمیں بھی لکھی ہیں۔ ترقی پسندانہ شاعری بھی کی ہے۔ اور قطعات کا شکل میں اردو شاعری کو ایک بالکل نئی چیز بھی دی ہے۔ نثر میں زیادہ تر توجہ افسانہ نگاری میں رہی ہے۔ گرافسانہ کے علاوہ تنقید بھی لکھی ہے۔ گزشتہ سترہ سال کے دوران میں میں نے اردو کے بہترین اور موثر ترین جرائد و رسائل میں مسلسل لکھا ہے۔

میری تصانیف:

نغمہ روح و غزلوں اور قطعوں اور نظموں کا مجموعہ) آجیئے (۲۲۰ قطعات کا مجموعہ) خواب (سو غزلوں کا مجموعہ) خندہ سحر (چالیس رومانی غنائی اور محاکاتی غزلوں کا مجموعہ) روحِ عصر (۲۲ ترقی پسندانہ کلام کا مجموعہ) تاترو (۱۴ رومانوں کا مجموعہ) خوبی (۱۲ ترقی پسند انسانوں کا مجموعہ) افادی ادب (ایک تنقیدی مقالہ) ایک ادبی ڈائری (ڈائری کے انداز میں تنقید و تبصرہ شاید یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ کتابیں بے حد مقبول ہوئی ہیں۔ اور گو میرے خیال میں ابھی ان کی اصلی اہمیت متیقن نہیں کی گئی، تاہم نقادوں اور تبصرہ نگاروں نے ان کا شمار اس دور کے بہترین ادبی کارناموں میں کیا ہے۔ امید کہ آپ بہم وجوہ بخیریت ہوں گے۔

نیاز مند اختر انصاری

مولانا شبیر احمد عثمانی

دیوبند

۱۸ ربیعہ ۱۳۶۵ھ

برادرِ مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ... بعد سلام مسنون آنکہ آپ کے گواہی نامہ سے حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب مرحوم و مغفور کی رحلت کی خبر معلوم ہو کر بہت تاسف ہوا۔ حضرت مرحوم ہمارے بزرگوں کی یادگار تھے۔ ان کا علم و تقویٰ مسلم تھا۔ ان کے فیض سے مسلمانوں کی محرومی موجب تاسف ہے۔ لیکن ہر چیز کی ایک اہل ہے۔ مشدرات پر صبر و شکر ہی مسلم کا شیوہ ہے۔ حق تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور درجات بلند کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔

میں تقریباً ایک ماہ سے علیل ہوں۔ جو کچھ ممکن ہو گا پڑھ کر ایصالِ ثواب کرو گا۔ والسلام

شبیر احمد عثمانی

(مہر ڈاکخانہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۶ء)

عندلیب شادانی

نیل کھیتا روڈ۔ رونا ڈھاک

۲۹ جنوری ۱۹۳۶ء

محترمی السلام علیکم۔ آپ کے متعدد خطوط کا جواب میں
نے نہیں دیا۔ اس اخلاقی جرم کا مجھے اعتراف ہے۔ اور اس پر ندامت بھی۔ مگر حقیقت
حال میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بیٹرکولیشن سرٹیفکیٹ کے اندراج کے مطابق میری
ولادت یکم مارچ ۱۹۰۴ء ہے۔ اور میرا وطن ریاست رام پور ہے۔ امید ہے کہ آپ کا
مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

x عندلیب شادانی

محمد اسماعیل خاں

۲۲۔ پرتھی راج روڈ۔ نئی دہلی

۲۹ جنوری ۱۹۳۶ء

خان وانا شانِ تسلیم۔ حضرت مولانا اس وقت کاموں
کے ہجوم میں اس طرح گھرے ہوئے ہیں کہ ان کے لئے کوئی وقت نکالنا دشوار ہے۔
بہتر یہ ہو کہ آپ اپنی فرہنگ بذریعہ ڈاک بھیجیں۔ اور پھر وسط فردری میں ملنے کے لئے
زحمت گوارا کریں۔ مولانا بخوشی ملیں گے۔

کیا آپ نے جدید اصول اعراب جو میں نے ایجاد کرنے کی کوشش کی ہے دیکھا
ہے؟ مجھے خیال ہوتا ہے کہ مولوی سمیع اللہ صاحب کے کتب خانے میں اس مسئلہ
پر آپ سے گفتگو ہوئی تھی۔ میں نے دائرہ مجہول کے لئے خالی سرک (9) تجویز کی ہے۔

x ڈاکٹر وجاہت حسین ایم۔ اے (پی۔ ایچ۔ ڈی)

بوستانِ قلم

اور یائے مجہول کے لئے نیچے اوپر دو نقطے مثلاً مول، چور اور تیز، شہر۔ اور اسی طرح اعراب میں "پیش مجہول" خالی سر ہوگا اور "مجہول کسرہ" کے لئے پے یہ علامت۔
میں نے اس مسئلہ پر کافی دقت صرف کیا ہے اور امید ہے کہ آپ بھی اپنی مشکلات کی روشنی میں کسی نتیجے پر پہنچے ہوں گے۔

* نیازمند محمد اجمل خاں

سید اختر اور نیوی

پٹنہ کالج، بانگی پور

۵ مارچ ۱۹۳۴ء

محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خط خوش وقت ہوا۔
ناچیز کا نام سید اختر احمد ہے اور اختر اور نیوی مشہور ہے۔ پہلے شاعری شروع کی۔ اختر تخلص رکھا۔ اب تک شاعری کا شوق ہے۔ مگر زیادہ تر نظمیں لکھتا ہوں۔ غزلوں سے بھی انکار نہیں۔ افسانہ نگاری، ڈرامہ نویسی، نقد و نظر اور تعلیم و تعلیم کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ فی الحال دو ناول زیر تحریر ہیں "تعمیر اور کارواں"۔ تعمیر کا آخری باب لکھ رہا ہوں۔

۱۹۱۱ء میں پیدا ہوا۔ تعلیم مختلف رنگ میں ہوتی رہی۔ گھر پر فارسی اور عربی پڑھی۔ انگریزی تعلیم میں نئے شاخسائے پھوٹے۔ سائنس کے بعد میڈیسن پڑھی تین سال میڈیکل کالج پٹنہ میں طالب العلم رہا۔ بی۔ اے انگریزی آنرز کے ساتھ کیا۔ اردو میں ام اے کیا۔ ۱۹۳۳ء میں پٹنہ کالج کا اردو پیکچر مقرر ہوا۔ اب پرائفسر اردو کا ہوں۔

وطن ایک گاؤں "اورینہ" یا "اورین" ہے۔ بوڑھوں کے وقت کی بتی ہے:
"اور (روشنی) رین (رات)۔ اورینہ = رات کی روشنی والا۔ اورین = رات کی روشنی۔"

* متعدد کتابوں کے مصنف اور مولانا ابوالکلام آزاد کے پرائیویٹ سیکرٹری۔ آپکا وطن پرتاب گڑھ (اووہ) ہے۔

پھاڑی پرکتے ہیں۔ اور گڑھی کے اندر سے ہاتا بوندہ کے محسوس نکلتے ہیں۔ یہ گاؤں مونگیر ضلع صوبہ بہار میں ہے۔

تصانیف: (۱) ڈرامہ شہنشاہ حبشہ ۵ ایکٹ (۲) اقبال - تنقید (۳) منظر پس منظر - افسانہ (۴) کلیاں اور کانٹے (۵) انارکلی اور بھول بھلیاں - افسانہ (۶) سینٹ و ڈونائیٹ - افسانہ (۷) کسوٹی - تنقید (۸) تنقید جدید - نقد و نظر جو لطیفی پریس دہلی میں شائع ہو رہی تھی غالباً درجہ شہادت کو پہنچی - والسلام۔

ناچیز سید اختر اور نبوی

کسفی چڑیا کوٹی

نذیر احمد روڈ - مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ

۲۹ نومبر ۱۹۴۶ء

کرمی تسلیم - اس دور ناپرساں اور فضائے کس میری

میں خدمت علم و ادب کی ہمت قابل ستائش ہے۔
فارقلیط اور مولانا عنایت رسول چڑیا کوٹی دونوں ایک ہیں۔ مولانا عنایت رسول میرے حقیقی تایا یعنی حضرت والدی مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی کے بڑے بھائی اور استاد تھے۔

مولانا نصر اللہ خاں خورجوئی اور مولانا ذریعہ حسین محدث دہلوی کے استاد مولانا احمد علی چڑیا کوٹی مولانا عنایت رسول کے حقیقی پھوپھا اور استاد تھے۔ تذکرہ علمائے ہند مرحوم مولوی رحمن علی میں مجمل حالات ان سب کے موجود ہیں۔ مفصل حالات مولانا عنایت رسول کتاب "بشرے" مصنفہ مولانا عنایت رسول

فارقلیط یعنی مولانا عنایت رسول چڑیا کوٹی رسالہ تہذیب الافلاک ترجمہ سر سید خاں کے ایک خاص مضمون نگار تھے۔

کے مقدمہ مرتبہ شمس العلماء مولانا محمد امین چٹریا کوٹی (برادر محترم) میں موجود ہیں۔ یہ کتاب
یہیں طبع ہوئی ہے لیکن کیا با ہے۔ میرے اختیار میں اس کی ایک جلد ہے۔ اس
سے آپ نقل کر سکتے ہیں۔ میرے حالات شرمندہ شہرت لائق تشہیر نہیں تاہم رسالہ
شاعر آگرہ میں شائع ہوئے ہیں۔ اس کی ایک کاپی میرے پاس ہے۔ میں خود ایک
روز کے لئے آپ کے پاس خورجہ آؤں اور مذکور چیزیں اپنے ساتھ لاؤں تاکہ آپ
کو نقل اور اخذ میں آسانی ہو۔ والسلام

کیفی چٹریا کوٹی

آپ کا نام مولوی محبوبین اور وطن قصبہ چٹریا کوٹی ضلع اعظم گڑھ ہے۔

نامہ
دارالمصنفین اعظم گڑھ

(موصولہ ۲۸ دسمبر ۱۹۴۲ء)

مولانا عبدالسلام ندوی

میں ۱۳۱۳ھ میں ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں میں جس کا نام علاء الدین پٹی ہے پیدا ہوا ابتدائی تعلیم اپنے دروازے پر ایک کتب میں حاصل کی پھر دو برس تک اپنے خسر سے تعلیم حاصل کی اور قدیم طرز پر فارسی کی تمام درسی کتابیں پڑھیں۔

۱۸۹۶ء میں اپنے ایک عزیز کے ساتھ کانپور گیا اور وہاں عربی شروع کی پھر تین برس کے بعد انہی کے ساتھ آگرہ گیا اور وہاں بھی دو برس تک عربی پڑھا رہا وہاں سے غازی پور آیا اور اپنے ایک عزیز سے جو مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور میں مدرس تھے ملا حسن وغیرہ تک عربی پڑھی اس کے بعد غالباً ۱۹۰۵ء میں دارالعلوم ندوہ لکھنؤ میں آیا اور وہیں علوم عربیہ سے فراغت حاصل کی۔

یہیں سے میری مضمون نگاری کا سلسلہ شروع ہوا پہلا مضمون تاریخ پر لکھا جس کو مولانا شبلی مرحوم نے جو اس وقت دارالعلوم کے معتمد تھے بہت پسند کیا پانچ روپیہ انعام دیا اور ایک نعر یعنی نوٹ کے ساتھ اندوہ میں شائع کیا۔ اس کے بعد اندوہ میں متعدد مضامین لکھے اور فراغت کے بعد اس کا اسٹنٹ اڈیٹر مقرر ہو گیا پھر ۱۹۱۲ء میں مولانا شبلی مرحوم نے سیرت لکھنی شروع کی تو اس کے دفتر سے فراہمی معلومات کے لئے میرا تعلق ہو گیا اور تقریباً دو برس تک قائم رہا، اسی حالت میں مجھ کو مولانا ابوالکلام آزاد نے کلکتہ بلایا اور چار پانچ مہینے تک میرا قیام کلکتہ میں رہا اور میں مسلسل اہلال میں مضامین لکھا رہا اسی اتنا میں یورپ کی جنگ عظیم چھڑ گئی اور اہلال بند ہو گیا۔

مولانا شبلی مرحوم نے ۱۸ نومبر ۱۹۱۵ء کو انتقال کیا اور ان کی یادگار میں دارالمصنفین قائم ہوا تو مولانا سید سلیمان ندوی نے مجھ کو دارالمصنفین میں بلایا اور اس وقت سے آج تک میرا قیام دارالمصنفین میں ہے اس وقت تک ان متفرق مضامین کے علاوہ جو معارف میں شائع ہوئے، میری تصنیفات میں انقلابِ لائم، شعر الہند دو جلد، آسوہ صحابہ دو جلد، تاریخ اخلاق اسلامی، ابن خلدون، تاریخ فقہ اسلامی، سیرت عمر بن عبدالعزیز شائع ہو چکی ہیں

اور سوانح امام رازیؒ تاریخ اسلامی تمدن ہندؒ تاریخ اخلاق اسلامی حصہ دوم اور
شعر العرب کے مسودات غیر مطبوعہ موجود ہیں۔

مولانا شاہ معین الدین احمد فاروقی ندوی

میرا وطن اودھ کا مشہور قصبہ ردولی ضلع بارہ بنکی ہے جسے نسبی تعلق سلسلہ چشتیہ صابریہ کے
مشہور بزرگ شیخ احمد عبدالحق صاحب نوشتہ قدس سرہ ردولی سے ہے اور ان کے واسطے
سے حضرت عمر فاروق تک پہنچتا ہے۔

ستمبر ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوا ابتدائی تعلیم گھر کے کتب میں حاصل کی اور ابتدائی عربی و
فارسی وطن ہی میں اپنے نانا شاہ شرف الدین احمد صاحب مرحوم سے پڑھی۔ مرحوم اکابر علمائے
دیوبند کے فیض یافتہ اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی کے مرید اور مجاز بیعت اور
عالم مرناض تھے۔

ابتدائی تعلیم کے بعد متوسطات تک مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں پڑھا اور تکمیل ندوۃ العلماء
میں کی یہاں سے سند فراغ حاصل کرنے کے بعد جولائی ۱۹۲۲ء میں دارالمصنفین آیا اور حضرت
مولانا سید سلیمان ندوی کے زیر تعلیم تصنیفی زندگی میں داخل ہوا اس وقت سے اب تک اسی ادارہ
سے وابستہ ہوں چھ سات برس سے معارف کی ترتیب کی خدمت میرے متعلق ہے۔

میری حسب ذیل کتابیں شائع ہو چکی ہیں:
سیر الصحابہ کی تین جلدیں۔ مہاجرین حصہ دوم۔ سیر الصحابہ حصہ ششم۔ مضمون۔ بالبعین۔ سیر
تاریخ اسلام جلد اول (عہد رسالت سے خلفائے راشدین تک) جلد دوم (عہد نبی امیہ)
جلد سوم (نبی عباس کا عہد عروج) زیر طباعت ہے۔ یہ تاریخ آٹھ دس جلدوں میں
تمام ہوگی۔ عرب کی موجودہ حکومتیں۔

مولانا سید ریاست علی ندوی

میری پیدائش بمابہ اپریل ۱۹۰۴ء مطابق ماہ رجب ۱۳۲۲ھ شہر گیا (صوبہ بہار) سے

ایک میل جانب مشرق مقام آبگلہ میں رضوی حسینی خالوادہ میں ہوئی اس خاندان کے مورث اعلیٰ حضرت
سید منیا مشہدیؒ یہاں تشریف لائے تھے چند گاؤں معافی میں ملے تھے سادات کا یہ خاندان
اس وقت سے اب تک یہاں آباد ہے۔

ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ بکتی تعلیم کے بعد انگریزی اسکول میں داخلہ ہوا لیکن خاندان کے
ایک بزرگ حضرت ڈاکٹر قاضی سید اکرم امام مرحوم کی تحریک سے عربی تعلیم دلانے کی رائے قرار پائی۔
اگست ۱۹۱۶ء میں مدوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلہ ہوا اور ۱۹۲۲ء میں وہاں سے فراغت حاصل
ہوئی۔ پھر ماہ جون ۱۹۲۲ء میں دارالمصنفین اعظم گڑھ کی رفاقت سے وابستگی ہوئی۔ اور
جون ۱۹۲۲ء سے اگست ۱۹۳۶ء تک تیرہ سال یہاں قیام رہا۔ اس اثنا میں یہاں بعض
کتابیں تصنیف ہوئیں۔ اور معارف کی ترتیب کی خدمت وابستہ رہی۔ اسی اثنا میں وطن میں
قیام کی ضرورت پیش آئی تو طویل رخصت کے کر وطن میں قیام اختیار کیا وہاں رسالہ ندیم لکھا
کی ادارت اگست ۱۹۳۶ء سے دسمبر ۱۹۴۱ء تک ۴ سال ۵ مہینے وابستہ رہی پھر ماہ جنوری
۱۹۴۲ء میں دارالمصنفین میں واپسی عمل میں آئی جہاں تصنیفی مشاغل جاری ہیں۔
تصنیفات حسب ذیل میں:

(۱) تاریخ صقلیہ جلد اول (سلسلی میں مسلمانوں کی سیاسی تاریخ) (۲) تاریخ صقلیہ جلد دوم
(سلسلی میں مسلمانوں کا تمدن) (۳) تاریخ اندلس (زیر ترتیب) (۴) اسلامی نظام
تعلیم (۵) مشاہیر صوفیہ اسلام۔ غیر مطبوعہ (۶) تاریخ التایخ (مسلمانوں کے
علم تاریخ کی تاریخ۔ غیر مطبوعہ)۔

